امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
- امن عالم کا قیام اسلام کے بغیر۔
- اخلاص وللّٰہیت کے اثرات۔۔۔
- مسلم دور حکومت میں مسلمانوں۔۔
- اردو زبان میں خاکہ۔۔قانون کا غلط۔
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۰ راگست ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 34

بین السطور

فتنہ ارتداد کے خلاف امارت شرعیہ کی جدوجہد

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر نظام شرعیہ کے قیام کے ساتھ جس حد تک ممکن ہو اسلامی احکام کو بروئے کار لانا اور اس کے اجراء وتنفیذ کے مواقع پیدا کرنا'' ہے، امارت شرعیہ کے ذمہ داران اور کارکنان نے قیام کے بعد سے ہی اس مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کی، مسلمانوں کو اسلام پر باقی رکھنا اور فتنۂ ارتداد کے خلاف سینہ سپر ہونا ضروری تھا، چنانچہ اس مہم کو ترجیحی بنیاد پر شروع کیا گیا، ابتدائی زمانہ کے رپورٹ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مبلغین امارت شرعیہ نے اپنے دورے کے درمیان بہت سارے ایسے مسلمانوں سے ملاقات کی جو مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے، کچھ گھروں میں مورتیاں تھیں، بعض لوگوں کے سر پر چوٹیاں تھیں، امارت شرعیہ کی محنت سے بت گھر سے نکال کر پھینکے گئے، سروں کی چوٹیاں کاٹی گئیں، ایسے لوگوں کی تعداد چھ ہزار پانچ سو آٹھ (۶۵۰۸) رپورٹ میں درج ہے، بہت سارے علاقوں میں بے نمازی زیادہ تھے، بعض جگہ کے مسلمان نشہ خوری میں مبتلا تھے، ابتدائی دس سالوں میں کارکنان امارت شرعیہ کی محنت سے انتیس ہزار ایک سو تئیس (۲۹۱۲۳) لوگوں نے نماز کی پابندی شروع کی اور چوہتر ہزار تین سو چوہتر (۷۴۳۷۴) لوگوں نے تاڑی اور شراب نوشی سے توبہ کیا، سینکڑوں لوگوں نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا اور کفر وشرک سے توبہ کر کے ملت اسلامیہ کے فرد بن گئے۔

۲۶-۱۹۲۵ء میں شدھی تحریک نے اپنے پاؤں پھیلائے اور بہت سارے مسلمان اس تحریک کے زیر اثر ارتداد میں مبتلا ہو گئے، مغربی چمپارن کی گدی برادری اس سے زیادہ متاثر ہوئی، بانی امارت شرعیہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ نے اس فتنہ کے خلاف خود محاذ سنبھالا اور پوری قوت کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کیا، جس کے نتیجے میں یہ تحریک ناکام ہوئی، مسلمان اس کے اثرات بد سے محفوظ رہے اور جو لوگ متاثر ہو گئے تھے انہوں نے توبہ کر کے پھر سے اسلام قبول کیا، مغربی چمپارن سے متصل ہی اتر پردیش کا گورکھپور ضلع ہے، یہاں بھی گدی برادری کے چار سو (۴۰۰) مسلمانوں کو مرتد کرا لیا گیا تھا، بانی امارت شرعیہ نے خود ہی وہاں کا دورہ کیا اور امارت شرعیہ کے رفقاء وکارکنوں کے ساتھ اس فتنہ کو ختم کر کے دوبارہ ان حضرات کو داخل اسلام کیا، شدھی تحریک کا اثر ہزاری باغ بھی پہونچا اور کوئی پانچ سو (۵۰۰) مسلمان اس کی زد میں آئے، وہاں بھی امارت شرعیہ کے مبلغین پہونچے اور اس فتنہ کا قلع قمع کر کے دوبارہ ان لوگوں کو داخل اسلام کیا گیا۔

امارت شرعیہ نے چوترواتھانہ بگہا اور ہری نگر تھانہ رام نگر چمپارن کے ڈوم برادری پر محنت کی، آریہ سماجی اور عیسائی دونوں اس برادری پر محنت کر رہے تھے، لیکن امارت شرعیہ کی محنت رنگ لائی، اسلام کے تصور مساوات اور ذات برادری، اونچ نیچ کے تصور سے پاک اسلامی تعلیمات نے ان حضرات کو متاثر کیا اور بڑی تعداد میں اس برادری کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، ان لوگوں نے خود ہی ایک دوسرے کی چوٹی اور مونچھیں کاٹیں اور اسلامی شعار کو اپنا لیا۔

یہی حالت چھپرہ (سارن) کی بھی تھی، یہاں شدھی تحریک کا اثر بھانٹوں پر ہوا، دو سو (۲۰۰) بھانٹ جو مسلمان تھے ان کو بہلا پھسلا کر آریہ سماجیوں نے مرتد کر لیا، امارت شرعیہ کی محنت سے یہاں بھی کامیابی ملی اور دوبارہ یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

ایک موقع سے حکومت نے تعلیمی اداروں میں ان ترانوں کو رائج کرنا چاہا جو مشرکانہ عقائد کے غماز تھے، ان کے مصرعوں اور جملوں میں شرک کی آمیزش تھی، امارت شرعیہ کا ایک وفد وزیر تعلیم سے ملا اور ان ترانوں کی خامیوں سے انہیں آگاہ کیا، چنانچہ وزیر تعلیم نے تعلیمی اداروں کے نام حکم جاری کیا کہ اس طرح کے ترانوں اور پرارتھنا میں کسی بھی مسلم طالب علم کو شریک ہونے پر مجبور نہ کیا جائے اور جہاں اس قسم کے پرارتھنا پر اعتراض ہے وہاں اسے بند کر دیا جائے، اس موقع سے حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کا یہ بیان بھی شائع ہوا تھا کہ ''مسلم طلبہ جہاں رام دُھن گایا جا رہا ہو اور وہ اسلام کے منافی ہو، وہاں شریک نہ ہوں، بلکہ پرہیز کریں''۔

مسلمانوں میں جب قادیانیوں کا فتنہ کھڑا ہوا اور بہار کے کشن گنج، سوپول، مظفر پور اور اڈیشہ کے کٹک علاقوں میں قادیانیوں نے عیسائی مشنری کے انداز میں بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانسنا شروع کیا تو امارت شرعیہ نے کشن گنج کے علاقہ لوہا گاڑا میں اس وقت کے نائب ناظم اور شعبہ تبلیغ کے ذمہ دار مفتی نسیم احمد قاسمی رحمۃ اللہ کی قیادت میں تین دن کیمپ لگا کر اس فتنہ کی بیخ کنی کا کام کیا، اس کے بعد رئیس المبلغین اور موجودہ معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی اپنے رفقاء کے ساتھ ایک ماہ قیام پذیر رہے اور ان تمام آبادیوں کا دورہ کیا جو اس فتنہ سے متاثر ہو گئے تھے۔ چنانچہ امارت شرعیہ کی مسلسل محنت سے اس علاقہ سے اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ اس زمانہ میں شریف عالم قادیانی کشن گنج کا ڈی ڈی سی اور بہار میں قادیانی تحریک کا سربراہ تھا، پھر جب اس کا تبادلہ سوپول ہو گیا اور وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بن گیا تو اس نے سوپول علاقہ کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا اور اس نے اپنی پیٹھ مدارس تک میں بنا لی تھی، اس کے گرگے استاذ کی حیثیت سے وہاں کام کرنے لگے تھے، امارت شرعیہ نے حکومت تک یہ بات پہونچائی، ڈی ایم کا تبادلہ ہوا، اساتذہ نکالے گئے اور باز پرس کی وجہ سے آئندہ ڈی ایم نے اس قسم کی بے ہودہ حرکت سے باز آنے کا وعدہ کیا، سوپول میں اس فتنہ کو فرو کرنے میں بعض جمعیتوں اور مدارس کا بھی تعاون ملا۔ اڈیشہ میں کٹک کے قاضی شریعت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے ان ملعونوں کا تعاقب کیا، جس سے فتنہ کا یہ دروازہ بند ہوا۔ اسی طرح بشیر احمد نامی قادیانی نے مدھوکر چھپرا، پرا ہا ہالٹ مظفر پور میں آ کر ڈیرہ جما لیا، دھوبی ذات کے کچھ لوگوں کو اپنے دین میں داخل کر لیا، امارت شرعیہ کی ٹیم وہاں پہونچی اور وہاں سے بشیر احمد قادیانی کو بھاگتے بنی۔ شیوہر ضلع کے سلیم پور میں بھی اس فتنہ کا آغاز ہوا، امارت شرعیہ کے مبلغین نے وہاں جا کر قادیانیوں کا تعاقب کیا، جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمان اس فتنۂ ارتداد سے محفوظ رہے۔

قادیانیت کے بعد ایک نیا فتنہ ارتداد شکیلیت کی شکل میں سامنے آیا، شکیل بن حنیف نے کالج اور یونیورسٹیوں میں طلبہ کو بہلا پھسلا کر اپنے قریب کیا اور پھر باطل معتقدات سے ان کے ذہن ودماغ کو آلودہ کر کے اپنے مذہب میں داخل کرنے کا کام شروع کیا، سہرسہ کے بعض گاؤں اور پٹنہ کے بعض علاقوں میں اس نے پاؤں پھیلانے شروع کیے، سہرسہ میں ایک موقع سے مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کے ساتھ یہ حقیر بھی ایک شکیلی جوان کو سمجھانے میں لگا، اس گاؤں میں تین چار لوگ اس عقیدے کے تھے، سب راہ راست پر تو نہیں آ سکے، لیکن تعاقب کی وجہ سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اورنگ آباد جا کر پناہ لی، جس سے اس گاؤں میں بد عقیدگی پر روک لگی۔

آر ایس ایس اور اس کی حلیف جماعتوں نے مسلم لڑکیوں کو محبت میں پھنسا کر ان کی آبروریزی اور ان سے شادی کرنے کی مہم چلائی تو امارت شرعیہ نے مرحلہ وار اس کے خلاف تحریک چلائی، پمفلٹ، رسائل، کتابچے اور خود نقیب میں مضامین شائع کر کے اس طوفان کو روکنے کا کام کیا گیا، اصلاح معاشرہ کی تحریک چلائی گئی، گارجین حضرات کو متوجہ کیا گیا، تلک جہیز کے بغیر شادی کرنے پر زور دیا گیا، اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کے حصول کے نام پر لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کے مفاسد بیان کئے گئے، مخلوط تعلیم سے اجتناب کی تلقین کی گئی، ابھی حال میں جب اس تحریک نے دوبارہ زور پکڑا تو امارت شرعیہ نے اس سلسلے میں عوام کو بیدار کرنے کا کام کیا، مختلف سطح پر مٹنگوں کا سلسلہ شروع کیا گیا، جو تا حال جاری ہے، امید ہے کہ اس کے مفید اور مثبت اثرات سامنے آئیں گے۔ فتنہ ارتداد کے خلاف امارت شرعیہ نے جو جدوجہد کی ہے اور مسلمان کو مسلمان باقی رکھنے کی جو مہم چلائی ہے، یہ صرف اس کا ہلکا سا اشاریہ ہے۔ خدمات کی تفصیلات کے لیے تو کتاب درکار ہے، نقیب کے محدود صفحات میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اچھی باتیں

''اختلاف کا حل ڈھونڈا جا سکتا ہے، لیکن حسد اور بغض کا نہیں ☆ ہماری قوم نے قرآن کریم کو اتنا اونچا رکھ دیا ہے کہ تلاوت کے لیے اب ہاتھ بھی اس تک نہیں پہونچتا ☆ شخصیت پرستی، بت پرستی سے زیادہ خطرناک ہے، کیوں کہ بت کو دماغ نہیں ہوتا جو خراب ہو جائے، لیکن جب شخصیت کی پوجا کرتے ہیں تو وہ فرعون بن جاتا ہے، بت پرستی میں ایمان کی طرف لوٹا جا سکتا ہے، لیکن فرعون ڈوب جاتا ہے، مگر اسے ایمان نصیب نہیں ہوتا ☆ میں نے قبرستان میں ان لوگوں کی قبریں بھی دیکھیں جو اپنے حق کے لئے اس لیے نہیں لڑے کہ کہیں مارے نہ جائیں۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''خاندانی قیادت میں چلنے والی سیاسی پارٹیوں میں وراثت کی جنگ عام ہے، بہار کے سب سے بڑے سیاسی خاندان میں ان دنوں کچھ ایسا ہی چل رہا ہے، وراثت کی جنگ کھل کر لڑی جا رہی ہے، کہنے کو تو لالو پرساد کے بڑے بیٹے تیج پرتاپ یادو خود کرشن اور تیجسوی یادو کو ارجن بتاتے ہیں، لیکن جو کچھ ہو رہا ہے وہ مہابھارت کے کرشن، ارجن جیسا قطعی نہیں دکھتا ہے، ہاں دونوں کے بیچ مہابھارت ضرورت چھڑی ہے، تیجسوی کو لالو پرساد نے اپنا سیاسی وارث بنایا ہے، جب کہ تیج پرتاپ کو طلبہ راجد کی کمان سونپی ہے، تیج پرتاپ کو اس بات کی تکلیف ہے کہ اسے تیجسوی جیسی عزت پارٹی میں نہیں مل رہی ہے۔'' (دینک بھاسکر ۲۲ راگست ۲۰۲۱ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں — رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

بدگمانی سے بچئے

''اے ایمان والو! بہت سارے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان (یعنی بدگمانی) گناہ ہوتے ہیں اور ٹوہ میں نہ پڑا کرو، اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات اچھی لگے گی کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ درانحالیکہ اس سے تم نفرت کرتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں'' (سورہ حجرات، آیت:۱۲)

مطلب:۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مسلمانوں کو مختلف قسم کی اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں، تاکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں، مذکورہ آیت میں انہیں باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کسی کے بارے میں بدگمانی سے بچو، کیونکہ اکثر و بیشتر بدگمانی ہی سے نفرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے پھر جھگڑے لڑائی تک کی نوبت پہونچتی ہے، البتہ اگر کوئی کام کر رہا ہو جس سے دوسرے کو بدگمانی کا موقع ہو تو وہ اس بدگمانی کو دور کرے، تاکہ دوسرا فتنہ میں نہ پڑے، کیونکہ شیطان انسان کے اندر خون طرح دوڑتا رہتا ہے، اگر تم نے اس کی غلط فہمی کو دور کر دیا تو اس کا ذہن صاف ہو جائے گا، جب کوئی شخص کسی سے بدگمانی ہوتا ہے تو پھر وہ اس کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے اس لئے اللہ رب العزت نے ٹوہ میں پڑنے سے منع فرمایا کہ یہ ایک قسم کی گھٹیا حرکت ہے کہ ہم کسی کی کمزوریاں تلاش کرتے پھریں اور اس کے پوشیدہ عیوب کو کریدتے رہیں یہ اخلاقی اقدار کے قطعی منافی عمل ہے، تیسری بات آیت میں یہ کہی گئی کہ ایک دوسرے کی غیبت سے بچو، غیبت اور چغل خوری کرنا گناہ ہے، غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائیاں بیان کی جائیں، ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ غیبت کس کو کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے، کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں تو فرمایا کہ اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا (ابوداؤد) اس لئے اللہ جل شانہ نے نہایت ہی پر زور طریقے اس کی ممانعت کی اور اس کو خود اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تشبیہ دی ہے، جس میں بلاغت کے بہت سے نکتے ہیں علامہ سید سلیمان ندوی نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ انسان کو گوشت محض اس کی عزت و حرمت کی وجہ سے حرام ہے اس لئے جو چیز اس کی عزت و حرمت کو نقصان پہونچاتی ہے وہ بھی اس کے گوشت کی طرح حرام ہے، لڑائی جھگڑے میں جب باہم مقابلہ ہوتا ہے تو بعض لوگ شدت غضب میں اپنے حریف کا گوشت نوچ لیتے ہیں اگر چہ یہ بھی ایک برا عمل ہے، تاہم اس میں ایک قسم کی شجاعت پائی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص حریف کے مرجانے کے بعد اس کا گوشت نوچ لے تو مکروہ ہونے کے ساتھ یہ ایک بزدلانہ فعل بھی ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص رو در رو کسی کو برا کہے تو گو کہ یہ ایک پسندیدہ چیز ہے، تاہم اس میں بزدلی نہیں پائی جاتی، لیکن ایک شخص کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا نہایت بزدلانہ کام ہے اور بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے حریف کے مقتول ہونے کے اس کا گوشت نوچ کھائے، (سیرۃ النبی) اسی قرآنی تشبیہ کے مطابق معلوم ہوا کہ ہر وہ غیر اخلاقی عمل جس سے انسان کی شخصیت مجروح ہوتی ہو شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، البتہ ایسے معاملات جن سے ان کی تنبیہ مقصود ہو تو تنہائی میں انہیں ان برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کریں، قرآن مجید میں ان موقعوں کی بھی تعیین کر دی ہے، سورہ نساء میں ہے: اللہ کو بدگمانی پسند نہیں آتی لیکن جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سنتا اور جانتا ہے یعنی مظلوموں کو اس کا حق دلوانے کے لئے ظالموں کے ظالمانہ کرتوت کو آشکارا کیا جائے، لیکن بلاوجہ بدگمانی، غیبت اور تجسس کرنا انسانی شرافت اور عظمت کے خلاف ہے۔

بیوی کے آرام و راحت کا بھی خیال رکھئے

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت بیدار ہوتے اور آپ کو یہ اندازہ ہوتا کہ میری آنکھ لگ گئی ہے تو آپ دھیرے سے جوتا پہنتے، آہستہ سے چادر اٹھاتے، پھر ہولے سے کواڑ کھولتے اور باہر آ کر دھیمے سے بھیڑ دیتے'' (نسائی، کتاب عشرۃ النساء)

وضاحت:۔ رسول اکرم کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کا ہر گوشہ آئینہ کی مانند صاف و شفاف اور چاند و سورج کی مانند روشن و تابناک ہے، آپ کی سیرت کے مطالعہ سے قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے، جسکی نظر کسی اور مذہبی پیشواؤں میں نہیں ملتی ہے، آپؐ اخلاق و کردار کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے، ہمدردی و غمگساری، خیر و بھلائی کے معاملہ میں سب سے آگے رہتے دوسروں کے آرام و راحت کا اس قدر خیال فرماتے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی الفت و محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتے، ازواج مطہرات کو بھی اللہ کے رسولؐ سے نہ صرف محبت تھی بلکہ عشق تھا وہ شوہر کی خدمت و اطاعت کو عبادت سمجھتیں اور آپس میں لطف و خوبی کے ساتھ زندگی گذارتیں، جب کبھی راتوں کو آنحضرتؐ کو اپنے درمیان نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں، نسائی کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رات میں حضورؐ کو اپنے پاس نہ پایا رات تاریک تھی، گھر اندھیرا تھا، تشویش پیدا ہوئی، ادھر ادھر ڈھونڈا آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان تک پہونچ گئیں تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح و تہلیل اور دعاء و استغفار میں مشغول ہیں، الٹے پاؤں گھر واپس آئیں اور صبح کو آپؐ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں، ہاں ہمیں رات میں کوئی کالی چیز سامنے جاتے ہوئے معلوم ہوتی تھی، اب سمجھ میں آیا کہ تم ہی تھی، چونکہ حضرت عائشہؓ وفا شعار اور فرض شناس بیوی تھی، اس لئے آپؐ کی طرف سے محبت، اعتماد اور تحفظ حاصل تھا، وہ کبھی بدگمانی نہیں ہوتیں، یاد رکھئے کہ جب ازدواجی زندگی کی گاڑی سلامتی سے گذرتی ہے تو پر پیچ وادیاں بھی دیبا اور مخمل سے زیادہ نرم و گداز بن جاتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خانگی و عائلی زندگی کو پر کیف اور مسرت بخش بنانے کے لئے بیویوں سے ہنسی و دل لگی کی باتیں کرتے، کبھی کبھی دل بہلانے کے لئے مزاحیہ واقعات اور تفریحی کہانیاں سناتے، خود بھی تبسم فرماتے تھے اور ازواج مطہرات کو بھی ہنساتے کھلاتے راتوں کو جب حضور تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتے اور بسا اوقات ازواج مطہرات نیند میں ہوتیں، تو ان کے آرام کا حد درجہ خیال فرماتے، بہت آہستہ سے دروازہ کھولتے اور ہولے سے بھیڑ دیتے تاکہ نیند میں خلل پیدا نہ ہو، گرچہ یہ باتیں ہلکی پھلکی ہیں، مگر اس سے اندازہ لگائیے کہ آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے آرام و راحت کا کس قدر خیال فرماتے، اس میں پوری عالم انسانیت کے لئے ایک پیغام ہے کہ بیویاں فریق نہیں رفیق ہوتی ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ازدواجی زندگی میں بہتری و خوشگواری آتی ہے۔

دینی مسائل

مفتی احکام الحق قاسمی

نسلی قادیانی بھی ملحد اور زندیق ہے

س: مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کافر اور مرتدین لیکن اس کی نسلوں کا کیا حکم ہوگا، کیا وہ بھی کافرین یا اہل کتاب ہیں اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے جیسا کہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی میں مرزائی کی اولاد کو اہل کتاب میں شمار کر کے ذبیحہ کو درست قرار دیا ہے، جواب سے نوازیں۔

ج: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ کذاب، منکر قرآن اور کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الأحزاب: ۴۰) ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور کذاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا، آیت مذکور کا منکر کہہ کر یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "قال القاضی عیاض فی الشفاء لأنه أخبر أنه علیه الصلوة و السلام خاتم النبیین و لا نبی بعده و أخبر عن الله تعالیٰ أنه خاتم النبیینوأجمعت الأمة علی حمل هذا الكلام علی ظاهره و إن مفهومة المرادبه تأویل و لا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلما قطعاً إجماعاًوسمعاً" (اعلاء السنن: ۱۲/ ۶۳۷)

و فی شرح الفقه الأکبرلعلی القاری "و دعویٰ النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالإجماع" (ص: ۲۰۲) (اعلاء السنن: ۱۲/ ۶۳۷)

لہٰذا جو شخص مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی مذہب اختیار کرلے، وہ مرتد و کافر ہے، اس کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ جو نسلی قادیانی ہیں، ان کا کیا حکم ہے اور وہ اہل کتاب میں شامل ہیں یا نہیں؟، اس کے جواب سے قبل بطور تمہید چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔

(الف) اہل کتاب قرآن و حدیث کی اصطلاح ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جو کسی دین سماوی پر ایمان رکھتے ہوں، اور ان کے پاس کتاب منزل موجود ہو، جس کا کتاب الٰہی اور منزل من اللہ ہونا بتصدیق قرآن ثابت ہو۔ البحر الرائق میں ہے۔

"کل من یعتقد دیناسماویاً وله کتاب منزل کصحف إبراهیم وشیث وزبور داؤدفهو من أهل الکتاب" (البحر الرائق: ۳/ ۱۸۲)

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل کتاب کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''باتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے، جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے تورات، انجیل، زبور، صحف موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام وغیرہ، اس لیے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہوں، جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن و سنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں، وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی۔'' (معارف القرآن: ۳/ ۴۷)

جمہور فقہاء کا راجح قول یہ ہے کہ عہد نبویؐ سے ہی اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے دونوں گروہوں کے ساتھ خاص ہے۔

(ب) زندیق: جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقائد کو چھپاتا ہے، جو بالاتفاق کفر ہیں تو ایسے شخص کو زندیق کہا جائے گا۔

"إن کا ن مع إعترافه بنبوة النبی وإظهار شعائر الاسلام ببطن عقائد هی کفر بالاتفاق خص باسم الزندقة" (شرح المقاصد، ص: ۲۶۹)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں کا زندیق ہونا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والزندیق من یحرف فی معانی الألفاظ مع ابقاء الفاظ الاسلام کهٰذا اللعین فی القادیان، یدعی أنه یومن بختم النبوة ثم یخترع له معنی من عنده یصلح له بعده الختم دلیلا علی فتح باب النبوة فهٰذا هو الزندقة حقا، أی التغییر فی المصادیق، وتبدیل المعانی علی خلاف ما عرفت عند أهل الشرع، وصرفها إلی أهوائه مع إبقاء اللفظ علی ظاهره والعیاذ باللّٰه ." (فیض الباری: ۴/ ۴۷۲)

(ج) فقہاء کرام نے ان لوگوں کو جو نسلی طور پر باطل عقائد کے قائل ہیں، جیسے وہ لوگ جو نسلی طور پر قادیانی ہیں خود مرتد نہیں ہوئے ہیں، ان کو عام کفار و مشرکین کے حکم میں رکھا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

"و ینبغی أن من اعتقد مذهباً یکفر به إن کان قبل تقدم الاعتقاد الصحیح فهو مشرک وإن طرأ علیه فهو مرتد کما لا یخفی" (البحر الرائق: ۳/ ۱۸۱)

اسی طرح علامہ شامی نے یہ صراحت کی ہے کہ تیسری پشت میں مرتد کی اولاد پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ کافر اصلی کے احکام جاری ہوں گے۔

"زوجان إرتدا ولحقا فولدت المرتدة ولداًولدله أی لذالک المولود ولد فظهر علیهم جمیعاً فالولدان فیٔ کأصلها و الولد الأول یجبر بالضرب علی الإسلام وإن حبلت به ثمة لتبعیته لأبویه لا الثانی لعدم تبعیة الجد علی الظاهر فحکمه کحربی" (الدر المختارعلی صدر رد المحتار؛باب المرتد: ۶/ ۴۰۵) (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 34 مورخہ ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۰ راگست ۲۰۲۱ء روز سوموار

عدالت کے اہم فیصلے

حالیہ چند دنوں میں عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) اور عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) نے بڑے اہم فیصلے کیے ہیں، ان میں سے ایک فیصلہ غیر ضروری گرفتاری سے متعلق ہے، اس فیصلہ میں سپریم کورٹ کے دو معزز جج سنجے کشن کول اور ہریش کیش رائے کی بینچ نے گرفتاری سے متعلق دائر ایک عرضی پر فیصلہ سناتے ہوئے صاف کردیا کہ فرد کی آزادی مقدم ہے، گرفتاری سے انسان کی عزت اور سماجی وقار کو غیر معمولی نقصان پہونچتا ہے، اس لیے پولیس کو صرف ان لوگوں کو گرفتار کرنا چاہیے جو شرمناک جرم کے مرتکب ہوئے ہوں اور اندیشہ ہو کہ وہ فرار ہو سکتے ہیں یا جرم کے ثبوت مٹانے اور گواہوں کو متاثر کرنے کا کام ان کے ذریعہ ہوسکتا ہے، عدالت نے واضح کیا ہے کہ گرفتار کرنے کی طاقت اور گرفتاری کی ضرورت میں فرق کیا جانا چاہیے، کسی کو گرفتار اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ آپ گرفتار کرنے پر قادر ہیں، صرف الزام متعین کرنے اور فرد جرم سے متعلق کاغذات تیار کرنے کے لیے کسی کو گرفتار نہیں کیا جانا چاہیے۔

معاملہ ۲۰۱۴ء کا ہے، دھوکہ دہی اور جعل سازی کے ایک مقدمہ میں اتر پردیش پولیس نے تراسی (۸۳) لوگوں کو گرفتار کرلیا، ایک ملزم بچ گیا اور سات سال تک اس کی گرفتاری نہیں ہوسکی، جب فرد جرم پیش کرنے کا وقت آیا تو پولیس نے اسے گرفتار کرنا چاہا، ملزم نے الٰہ آباد ہائی کورٹ پر دستک لگائی، لیکن اسے وہاں سے راحت نہیں ملی، اس نے سپریم کورٹ میں ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کی، اور سپریم کورٹ نے اسے راحت دیدی۔

اس سے قبل مارچ میں الٰہ آباد ہائی کورٹ نے ہی اپنے ایک فیصلہ میں کہا تھا کہ اف آئی آر درج ہوتے ہی من مانے انداز کی گرفتاری فرد کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، اس قسم کی گرفتاری سے بدعنوانی میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کی نظر میں گرفتاری آخری کام ہے، جب کہ ہماری پولیس اف آئی آر کے اندراج کے بعد اسے پہلا کام قرار دیتی ہے، پولیس اور تھانہ کی اسی سوچ کے نتیجے میں گرفتاری کا خوف اس طرح ذہن ودماغ میں بس جاتا ہے کہ اس سے بچنے کے لیے نہ جانے اور کتنے گناہ کیے جاتے ہیں، مثال کے طور پر جہیز کے لیے عورتوں پر تشدد کے معاملات میں جو گرفتاریاں ہوتی ہیں، وہ ساٹھ فی صد معاملات میں غیر ضروری اور نامناسب ہوا کرتی ہیں، اور بہت سارے بے گناہ قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور ہوتے ہیں، حالاں کہ ان کا قصور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا کہ جس خاندان میں یہ واقعہ ہوا ہے، وہ اس کے ایک فرد ہیں، یہ غیر ضروری طور پر گرفتار لوگ جیل پر بوجھ ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے ۴۳.۲ فی صد جیل کی سہولتیں غیر ضروری افراد پر صرف ہوجاتی ہیں، دیکھا یہ جارہا ہے کہ نچلی عدالتیں اس معاملے میں حساس نہیں ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس کے فرائض پر بھی نظر ثانی کی جائے اور غیر ضروری گرفتاری کو قانونی طور پر ختم کیا جائے۔

ایک دوسرے اہم فیصلے میں گجرات ہائی کورٹ نے مذہبی آزادی ایکٹ کے کئی دفعات کے نفاذ پر روک لگادی ہے، ہائی کورٹ نے یہ بات صاف کردی ہے کہ ایسی شادیاں جو بین المذاہب ہوں، لیکن اس میں جبر، لالچ یا دھوکہ دہی کا کوئی ثبوت نہیں پایا جائے ان پر یہ قانون لاگو نہیں ہوگا، جسٹس وکرم ناتھ اور جسٹس ویرن وشنو کی دو رکنی بینچ نے اس قانون کی دفعہ ۳، ۴، ۴ا، ۴ب، ۴سی، ۵، ۶ اور ۶ا ے پر فوری طور سے روک لگادی ہے، گجرات سرکار نے ۱۵ رجولائی کو مذہبی آزادی (ترمیم شدہ) ایکٹ ۲۰۲۱ء نافذ کیا تھا، اس کے دفعہ ۳ر میں زبردستی تبدیلی مذہب یا شادی کرنے کے لیے ایسے شخص کے مددگار کو بھی مجرم مانا گیا تھا، دفعہ ۳ر اے میں والدین، بھائی، بہن، خونی وسسرالی رشتہ دار کو جبرا تبدیلی مذہب کی شکایت کا حق دیا گیا تھا، دفعہ ۴ر اے میں غیر قانونی تبدیلی مذہب کے لیے ۳ر سے ۵ر سال تک کی سزا کی تجویز تھی اور دفعہ ۴ر بی میں غیر قانونی تبدیلی مذہب کے ذریعہ شادی کو کالعدم قرار دیا گیا تھا، عدالت نے ان دفعات پر فوری طور سے روک لگاتے ہوئے کہا ہے کہ ان دفعات کا استعمال صرف اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مذہب کے ماننے والے نے دوسرے مذہب کے ماننے والے سے شادی کی ہے، گجرات ہائی کورٹ نے ریاستی حکومت کے وکیل اور ایڈووکیٹ جنرل کمل ترویدی کی اس دلیل کو ماننے سے انکار کردیا کہ یہ قانون جبری تبدیلی مذہب سے متعلق ہے، بین المذاہب شادی پر اس قانون کے ذریعہ روک نہیں لگایا گیا ہے، اس لیے اس قانون سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، عدالت کا خیال ہے کہ ریاست میں اس ایکٹ کی وجہ سے بین مذاہب شادی ممکن ہی نہیں ہے، جو لوگ ایسا کریں گے ان پر دس سال قید اور پانچ لاکھ نقد جرمانہ کی ادائیگی کی تلوار لٹک رہی ہے، عدالت نے ان دفعات کے نفاذ پر پابندی لگا کر آئین کے آرٹیکل ۲۵ر کی روح کی حفاظت کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

گجرات ہائی کورٹ نے ہی ایک دوسرے مقدمہ میں یہ فیصلہ کرکے سماجی کارکنوں کو حیران کردیا ہے کہ بن بیاہی ماؤں کو بچے کے باپ کی پہچان بتانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، عدالت کا موقف تھا کہ بڑے شہروں میں بن بیاہی لڑکی ماں بن جائے تو اسے ماڈرن کہا جاتا ہے اور دیہاتی لڑکیوں پر آئی پی سی کی دفعات لگائی جاتی ہیں، معزز ججوں کے اس فیصلے کی معقولیت جو بھی ہو، لیکن اس کا سہارا لے کر زانی بچ جائے گا اور بن بیاہی ماں کو ساری لعن طعن ملتی رہے گی، اس سے زنا بالجبر کے واقعات میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے، گو یہ فیصلہ ایک خاص واقعہ میں دیا گیا ہے، لیکن عدالت کے فیصلے تو مستقبل کے لئے نظیر بن جاتے ہیں۔

ممبئی ہائی کورٹ کے ایک فیصلے پر سپریم کورٹ نے سماعت کے دوران اسے "ایمان جنک" بتاکر خارج کردیا ہے، ممبئی ہائی کورٹ نے بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے ایک معاملہ میں کہا تھا کہ جب تک ایک دوسرے کا تعلق اور جنسی ہراسانی بغیر کپڑے کے نہ ہو وہ نابالغ کے ساتھ جنسی تشدد قانون (پاکسو) کے دائرہ میں نہیں آتا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دستانے پہن کر کوئی تشدد کرے تو وہ جرم کے دائرہ میں نہیں آئے گا، جسٹس یو یو للت اور اجے رستوگی کی بینچ نے کہا کہ اس فیصلے کے مطابق تو کوئی بھی مجرم، جرم کرنے بعد ہائی کورٹ کے فیصلے کی نظیر بتاکر بری ہوجائے گا اور دن بدن نابالغوں کے ساتھ جنسی تشدد کے واقعات بڑھتے جائیں گے، جن کی تعداد ابھی بھی ایک سال میں تینتالیس (۴۳۰۰۰) ہزار ہے، یہ تعداد تھانہ میں جن واقعات کا اندراج ہوا صرف وہی ہیں، "اسکین ٹو اسکین ٹچ" کو صرف پاکسو کے دائرہ میں لانے سے کس قدر اضافہ ہوگا اس کا تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔

ہفتۂ خواتین

مسلمان بہت ساری معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہیں، تلک جہیز کی لعنت عام ہے، شادی کے دشوار ہونے کی وجہ سے رحم مادر میں لڑکیوں کا قتل کیا جارہا ہے، لڑکیوں کو ترکہ میں حصہ دینا عام طور سے لوگوں نے بند کر رکھا ہے، اگر کسی لڑکی نے باپ کے انتقال کے بعد بھائیوں سے ترکہ طلب کرلیا تو سارے رشتے ناطے ختم ہوجاتے ہیں، خاندان ٹوٹ رہا ہے، رشتے بکھر رہے ہیں، بڑوں کا احترام دلوں سے نکلتا جارہا ہے، نشہ کی عادت بھی نوجوانوں میں بڑھ رہی ہے، سود اور رشوت خوری کو گناہ نہیں سمجھا جارہا ہے، فرائض سے دوری کا مشاہدہ تو عام سی بات ہے، ایک ساتھ تین طلاق دینے کے واقعات بھی شاذ ونادر نہیں ہیں، عورتوں کا مزاج شوہروں سے نہیں ملتا ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی عام ہے، دارالقضاء میں جو مقدمات آرہے ہیں، اس کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع، فسخ نکاح اور شوہر کی جانب سے رخصتی کے مطالبات کی تعداد زیادہ ہے، جس کا خلاصہ یہی ہے کہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ گذارہ نہیں کرپارہی ہے، ان حالات میں ضرورت ہے کہ اصلاح معاشرہ کی تحریک کو گھر گھر پہونچایا جائے، اور ہر فرد کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی اصلاح آپ کرنے کی ذمہ داری اٹھائے، ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں ہے، دل ودماغ پر دستک دینے کے لیے خاص قسم کی صلاحیت اور پورے طور پر خلوص کی ضرورت ہوتی ہے، ہر آدمی کے بس کا یہ کام نہیں ہے، اس لیے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے ائمہ مساجد، علماء اساتذہ مدارس ومکاتب، دانشوران، وکلاء وماہرین قانون اور سنجیدہ نوجوانوں کی علاحدہ علاحدہ میٹنگ بلائی جانی چاہیے، طلبہ مدارس کے درمیان ورک شاپ، پریس کانفرنس، اصلاح معاشرہ کے عنوان پر مضامین ومقالات کی اشاعت، سوشل میڈیا پر اس قسم کے موضوعات پر مواد کی فراہمی بھی مفید ہے۔ جس کے اثرات بڑے پیانے پر سماج پر پڑ سکتے ہیں۔

خواتین کے درمیان اس پیغام کو پہونچانے کے لیے اسلامی پردہ کے ساتھ ان کی خصوصی میٹنگ بلائی جائے اور خواتین میں کام کرنے والی اسلام پسند خاتون کو اس کام میں لگایا جائے، کیونکہ ان کی اصلاح پورے خاندان کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ انہیں خاندان کے تئیں ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے، ایک دوسرے کے حقوق کے بارے میں انہیں بتایا جائے، بچوں کی اسلامی انداز کی تربیت کے بارے میں انہیں حساس بنایا جائے، گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے کے طریقوں کی نشان دہی کی جائے، بدمزاجی کے مضر اثرات سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ انہیں بتایا جائے کہ میاں بیوی کے رشتے نازک ہوتے ہیں، اس کی پائیداری اسی وقت ممکن ہے جب گھر ٹینشن فری زون بن جائے۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نبوی طریقہ پر تنفیذ شریعت کا کام کرتی رہی ہے اور یہ اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، امارت شرعیہ نے خواتین میں بیداری لانے کے لیے ستمبر میں ہفتہ خواتین اسلام منانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ دوسرے کاموں کو موخر کرکے ترجیحی بنیاد پر اس کام کو کیا جائے اور لوگوں کو بتایا جائے کہ معاشرتی خرابیوں کی وجہ سے سماجی طور پر ہمیں کس قدر پریشان ہونا پڑتا ہے۔

ذات کی بنیاد پر مردم شماری

وزیر اعلیٰ نتیش کمار حزب مخالف کے دس لیڈران کے ساتھ وزیر اعظم کے سامنے اپنا یہ موقف پیش کرآئے کہ اس بار ذات کی بنیاد پر بھی مردم شماری ہونی چاہیے، اخبارات میں اس ملاقات کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے پڑھنے سے بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ اس وفد کو وزیر اعظم نے کیا جواب دیا، رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیر اعظم نے ان حضرات سے "من کی بات" کہنا اس وقت مناسب نہیں سمجھا، کیوں کہ من کی بات تو وہ ریڈیو پروگرام میں پیش کیا کرتے ہیں، بظاہر اب لگتا ہے کہ وفد یا تو اپنی بات انہیں سمجھا نہیں سکا یا پھر وزیر اعظم نے خاموشی اس لیے اختیار کی کہ برہمن لابی خفا نہ ہوجائے اور ناگپور ہیڈ کوارٹر کی بھی خفگی نہ جھیلنی پڑے، وزیر اعلیٰ جب پٹنہ لوٹ کر آئے تو میڈیا والوں نے انہیں گھیرا، وزیر اعلیٰ نے چلتا ہوا جملہ کہہ دیا کہ وزیر اعظم اس پر غور کریں گے اور یہ کام مرکز ہی سے متعلق ہے، اس ملاقات کا فائدہ مردم شماری میں ملے یا نہ ملے، ایک فائدہ یہ ضرور ہوا کہ حزب اقتدار کے ساتھ حزب مخالف بھی اس مسئلہ پر متحد نظر آئے اور بہار کی سیاسی پارٹیوں نے ایک اچھی نظیر پیش کی، معلوم ہوا کہ اختلاف کے باوجود بعض مسئلہ پر اتحاد کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس ملاقات سے لوگوں میں یہ بھی پیغام گیا کہ حزب مخالف صرف اختلاف کے لیے ہی نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر بہار کے ساتھ مہاراشٹر نے بھی آواز بلند کی ہے، جنتادل یو کا ایک وفد پہلے بھی وزیر داخلہ امیت شاہ سے مل چکا ہے۔

اس سے قبل ۱۹۳۱ء میں مردم شماری ذات کی بنیاد پر کی گئی تھی، ۱۹۴۱ء میں دوبارہ مردم شماری اس بنیاد پر کی گئی، لیکن اس کے اعداد وشمار عوام کے سامنے نہیں لائے گئے، ۲۰۱۱ء میں بھی معاشی اعتبار سے پس ماندہ ذات کی گنتی کی گئی، لیکن اسے بھی عام کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا، اب اگر سرکار ذات کی بنیاد پر مردم شماری کرانا نہیں چاہتی تو اسے کم از کم ۲۰۱۱ء کے اعداد وشمار ہی جاری کردینے چاہیے، اس سے مطالبہ میں کمی آئے گی اور منصوبہ سازوں کو منصوبہ بنانے میں مدد بھی مل جائے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں سیاست کا جو رخ ہے اس کی وجہ سے ذات کی بنیاد پر مردم شماری کی مانگ کو فضول کہہ کر دامن نہیں چھڑایا جاسکتا۔ اس مطالبہ کی معنویت ہر دور میں رہی ہے، سرکار جانتی ہے کہ اس مردم شماری کے نتیجے میں اس ٹی اور او بی سی کو ملازمتوں میں مزید رزرویشن کا معاملہ طول پکڑے گا اور بڑی ذات کے لوگوں کے لیے مواقع کم ہوجائیں گے، دوسری طرف سرکار دلتوں کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتی، اس لیے کہ ووٹ بینک کے طور پر ان کا استعمال دشوار ہوجائے گا، اس لیے مرکزی حکومت کی جانب سے خاموشی ہے اور خاموشی سیکڑوں مسائل کا واحد حل ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا ڈاکٹر عبدالقادر شمس قاسمی

ایک سال ہو گیے، تاریخ ۲۵ راگست ۲۰۲۰ء کی تھی، جب بھری دوپہر میں ''شمس'' غرب ہو گیا تھا، غروب کے اس المناک کربناک اور دردناک منظر کا گواہ بنا تھا، ہمدرد یونیورسٹی کا مجیدیہ ہوسپٹل، وقت تھا کوئی گیارہ بجے کا مولانا عبدالقادر شمس قاسمی کے اعزواقرباء، جان سے عزیز بھائی مولانا عبد الواحد رحمانی، سب منہ دیکھتے رہ گیے اور موت کے فرشتے نے اپنا کام کرلیا، وہ یکم اگست سے ہی بیمار چل رہے تھے، پہلی نماز جنازہ ہمدرد یونیورسٹی کے احاطہ میں ادا کی گئی، امامت مولانا شمس تبریز قاسمی ملت ٹائمز نے کی، دوسری نماز جنازہ ان کے وطن ثانی اور نانی ہالی گاؤں ڈوبا ضلع ارریہ میں ان کے بھائی مولانا عبدالواحد رحمانی کی امامت میں ادا کی گئی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، تہہ خاک آرام فرما ہونے کی تاریخ تھی، ۲۶ رمئی ۲۰۲۰ء۔

مولانا عبدالقادر شمس قاسمی بن مولانا عبدالرزاقؒ بن علیم الدین کی پیدائش ان کے نانی ہالی گاؤں (جہاں ان کے والد نے بود و باش اختیار کرلی تھی) ڈوبا ارریا میں ہوئی، سال ۱۹۷۲ء کا تھا، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، یہاں انہوں نے اپنے نانا حاجی اولاد حسین کے علاوہ حافظ محمد اسماعیلؒ، مولانا عبدالرحیمؒ، منشی نظام الدینؒ وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ابھی حیات مستعار کی آٹھ بہار ہی دیکھ چکے تھے کہ جرائم پیشوں نے ۱۹۷۶ء میں ان کے والد کو شہید کر دیا، اس طرح زندگی یتیمی کے سائے میں آگئی، با حوصلہ ماں صالحہ خاتون نے بیوگی کے باوجود مولانا اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبد الواحد رحمانی اور تین بیٹیوں کی بہترین تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت کا انتظام کیا، ثانوی تعلیم کے لیے مدرسہ دارالعلوم ڈوریا سونا پور میں داخل ہوئے، وہاں سے جون پور مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد گیے، عربی پنجم تک کی تعلیم وہیں پائی، وہاں سے دارالعلوم دیوبند جانا ہوا، جہاں اور عربی ششم میں داخلہ لے کر ۱۹۸۹ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی، رغبت عصری تعلیم کی طرف بھی تھی، اس لیے دیوبند سے واپسی کے بعد الشمس ملیہ کالج میں انٹر میں داخل ہوئے، یہیں سے بی اے بھی کیا، دوران تعلیم ہی مثالی میڈل اسکول ارریہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے، جس سے تھوڑی یافت ہونے لگی، جب ملی کونسل کا قیام عمل میں آیا تو مولانا اسرار الحق صاحب کی قربت نے انہیں ملی کانسل سے قریب کر دیا، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی نگاہ التفات ان پر پڑ گئی، چنانچہ وہ آل انڈیا ملی کونسل بہار کے مرکزی دفتر ایفا بلڈنگ پھلواری شریف منتقل ہو گیے، اس زمانہ میں مفتی نسیم احمد قاسمیؒ ملی کونسل بہار کے جنرل سکریٹری اور میں سکریٹری ہوا کرتا تھا، یہ دوسری میقات کا دور تھا، مولانا عبدالقادر شمس ملی کونسل کے ترجمان کے طور پر ۱۹۹۵ء سے ملی کارواں نکالنے لگے، جو ۱۹۹۸ء تک جاری رہا، جس سے ان کے لکھنے پڑھنے کے ذوق کو جلا ملی، قاضی صاحب کے حکم سے آپ دہلی منتقل ہو گیے، ملی کارواں بند ہو گیا، اس کی جگہ ملی اتحاد جاری ہوا، تو مولانا عبدالقادر شمس اس کے سب ایڈیٹر مقرر ہوئے، اور ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۳ء تک اس حیثیت سے کام کیا، مولانا اسرار الحق قاسمیؒ کے عملا ملی کونسل سے کنارہ کش ہونے اور قاضی صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے ۳ رمئی ۲۰۰۳ء کو عالمی سہارا جوائن کر لیا، پھر راشٹریہ سہارا میں آگئے، سہارا ایمیے پر بھی تھوڑا وقت دیا کرتے، نئی نسلوں کی صحافت کے حوالہ سے تربیت کرتے، اسی درمیان انہوں نے پروفیسر اختر الواسع کی نگرانی میں الموسوعۃ الفقہیہ کویت پر تحقیقی کام کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی، اس کے قبل وہ جامعہ ملیہ سے ایم اے اور جے ان یو سے ماس میڈیا میں ڈگری لے چکے تھے، انتقال کے وقت ان کا شمار دہلی کے نامور مسلم صحافیوں میں ہوتا تھا۔ وہ تمام ملی تنظیموں سے جڑے ہوئے تھے ان کے کام آیا کرتے تھے، لیکن کسی سے بھی رکنیت اور ملازمت کا تعلق نہیں تھا۔

مولانا عبدالقادر نے عمر تو مختصر پائی، لیکن عجلت پسند واقع ہونے کی وجہ سے پل پل جیا اور خوب کام کیا، انہوں نے مولانا محمد عارف قاسمی شیخ الحدیث مدرسہ حمیدیہ پانولی گجرات کی رفاقت میں اپنے گاؤں میں کئی تنظیمی، تعلیمی اور رفاہی منصوبوں کو زمین پر اتارا، جامعہ دعوۃ القرآن، عبدالغفور میموریل ہوسپٹل، دعوت پبلک اسکول ان کے گاؤں ڈوبا میں اسی رفاقت کی یادگار ہے، ارریہ شہر میں دعوۃ کمپیوٹر سنٹر بھی کام کر رہا ہے، ۲۰۱۷ء میں سیلاب متاثرین کے لیے پورا ایک گاؤں انہوں نے ریلیف فنڈ سے تعمیر کروا دیا۔ وہ دہلی کی طرح اپنے علاقہ میں بھی معروف ومقبول تھے۔

میری ان سے ملاقات ۱۹۹۳ء سے تھی، پٹنہ اور دہلی میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا، ان سے مل کر خوشی ہوتی اور ان کی ترقیات دیکھ کر دل کو فرحت اور سکون ملتا ان کی زندگی ہر دم رواں پیہم دواں تھی، اکسیڈنٹ کی وجہ سے پاؤں میں تکلیف تھی، وہ کئی مہینے صاحب فراش رہے تھے، لیکن عزم وحوصلہ جواں تھا، اس لئے سب کو جھیل جاتے، درد والم کو بھی اور بھانت بھانت کے لوگوں کو بھی، جب ۲۵ راگست کو وہ دنیا سے سدھارے تب اندازہ ہوا کہ ہر کام میں ان کو اتنی عجلت کیوں تھی، شاید انہیں احساس تھا کہ وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے، آنکھ بند ہو جاتی ہے، کام باقی رہ جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے پس ماندگان میں ایک لڑکا، اہلیہ اور تین لڑکیوں کو چھوڑا ہے، لڑکا ندوی بھی ہے قاسمی بھی اور عصری علوم کا رمز شناش بھی، اللہ کرے کہ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر ان کے خواب شرمندہ تعبیر کرنے کا ذریعہ بن جائے، اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل، خصوصا ان کے بھائی مولانا عبدالواحد رحمانی کو جن کے لیے سب کچھ مولانا عبدالقادر شمس ہی تھے، اب نہ دادی ہال میں کوئی بچا ہے اور نہ نانی ہال میں کوئی ہے، والدہ بھی بیٹے کے غم میں چل بسیں، لیکن قادر مطلق موجود ہے، ہر وقت اور ہر جگہ ہے، عبدالقادر کے پس ماندگان کو قادر مطلق کا سہارا بہت ہے، اللہ بس باقی ہوس۔

کتابوں کی دنیا ✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

علم تفسیر تاریخ وتعارف

علوم وفنون کی تدریس کے موقع سے سب سے اہم کام اس فن سے متعلق مبادیات سے طلبہ کو واقفیت بہم پہونچانی ہوتی ہے، مبادیات کا استحضار جس قدر طلبہ کے ذہن ودماغ میں محفوظ ہوگا، اسی قدر اس فن اور درسی کتابوں کا سمجھنا آسان تر ہوگا، یہی وجہ ہے کہ مدارس اسلامیہ میں کئی کئی روز مبادیات کو سمجھانے میں صرف ہوتا ہے، عموماً یہ مبادیات کسی ایک جگہ محفوظ اور جمع نہیں ہوتے کہ وہاں سے اٹھا کر مطالعہ کر لیجئے، بلکہ اس کو مطالعہ کے دوران یاد داشت کے طور پر محفوظ کیا جاتا ہے، اور پھر حسب ضرورت اساتذہ طلبہ تک اسے منتقل کرنے کا کام کرتے ہیں، پھر جو فن جس قدر اہم ہے اسی اعتبار سے اس کے مبادیات بھی اہم ہوتے ہیں، جن کے بغیر فن کے رموز ونکات تک رسائی دشوار ہوتی ہے۔

امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ کو اللہ رب العزت نے زبان ہوش مند، فکر ارجمند دل درد مند اور علمی بصیرت سے پُر قلم کی دولت سے نوازا ہے، وہ اچھا بولتے ہیں، اچھا لکھتے ہیں اور ضرورت کے مطابق اسے منظر عام پر لاتے ہیں، علم تفسیر تاریخ وتعارف حضرت کی تالیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے ''مبادیات تفسیر، ماخذ تفسیر، تفسیر بالرائے، معتبر مفسرین، مستند تفاسیر، علوم تفسیر واقسام تفسیر جیسے بہت سے اہم موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے'' کتاب کا آغاز پیش لفظ سے ہوتا ہے، جو حضرت امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ کے قلم گہر بار سے ہے، حضرت صاحب نے اسے ''کامیاب اور گراں مایہ علمی خدمت قرار دیا ہے، جس کے مطالعہ سے تھوڑے سے وقت میں خاصی معلومات حاصل ہو جاتی ہے،'' مقدمہ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم کا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ''مولانا موصوف نے زیر مطالعہ کتاب میں تفسیر کے ضروری مبادیات کا احاطہ کیا ہے، طرز بیان سہل انگیز اور عمومی ہے''۔

پیش لفظ اور مقدمہ کے بعد مؤلف کی جانب سے فاتحۃ الکتاب ہے، یہ ایک البیلا عنوان ہے جو قرآن کریم کی مناسبت سے رکھا گیا ہے، اس میں ندرت بھی ہے اور انوکھا پن بھی، عام طور سے اس قسم کا عنوان نہیں رکھا جاتا ہے، لیکن داد دیجئے مؤلف کے ذہن رسا کی کہ انہون نے ابتدائیہ وغیرہ کی جگہ پر فاتحۃ الکتاب کا عنوان لگایا، جسے قرآن کریم کے آغاز سے خاص مناسبت ہے۔ مؤلف نے فاتحۃ الکتاب میں اس کتاب کے مقاصد اور تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

''اس کتاب کی تالیف میں کوشش کی گئی ہے کہ علم تفسیر کے بنیادی اور مرکزی مباحث نہایت مختصر مگر جامع انداز میں آجائیں اور زبان اتنی آسان رکھی گئی ہے کہ مدارس وجامعات کے علاوہ عام آدمی بھی اس کا مطالعہ کر کے علوم قرآن کی معلومات حاصل کر سکے، مگر پوری کتاب میں حوالہ کا مکمل خیال رکھا گیا ہے کہ جو بھی بات ہو اس فن کی مستند کتابوں کے حوالہ کے ساتھ ہو''۔

ان تحریروں کے بعد اصل کتاب صفحہ ۲۴ رسے شروع ہوتی ہے، مؤلف نے تفسیر کی مختلف مفسرین کے حوالہ سے پانچ تعریفیں کی ہیں، اور پھر محاکماتی اور تجزیاتی انداز میں سب تعریفوں کا خلاصہ بیان کیا ہے، علم تفسیر کے موضوع، غرض وغایت پر روشنی ڈالنے کے ساتھ تفسیر اور تاویل کے درمیان فرق بیان کیا ہے، تاویل پر تحقیقی گفتگو کی ہے، مؤلف نے تفسیر کی مختلف اقسام کے حوالہ سے تفسیر ماثور، تفسیر بالرائے، تفسیر اشاری، تفسیر فقہی، تفسیر لغوی ہر ایک کے طریقہ پر مختصر مگر جامع کلام کیا ہے، تفسیر کے دیگر اقسام مثلاً تفسیر اصلاحی، تفسیر علمی اور تفسیر قرآن کے ماخذ اور تفسیر بالرائے کی شناعت وقباحت کو بیان کرنے کے ساتھ اجتہاد ورائے سے بعض موقعوں پر جواز کے دلائل بھی بیان کیے ہیں، تفسیر میں بہت ساری اسرائیلی روایات آگئی ہیں، یہ کس طرح تفسیر کا حصہ بنیں اور کس طرح یہودیوں نے اس کام کے لیے سازشیں کیں، اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اسرائیلیات کے اقسام، صوفیاء کی تفاسیر، طبقات مفسرین، مشہور مفسرین صحابہ، تابعین، ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مفسرین کا تعارف نیز اہم کتب تفسیر کا اجمالی اور چند مشہور تفاسیر کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے اور بات جلالین پر جا کر ختم ہو گئی ہے، کیونکہ مدارس اسلامیہ کے مروجہ نصاب میں یہ تفسیر کی پہلی کتاب ہے، اس ضمن میں جلالین کے ماخذ، خصوصیات، شرح وحواشی سے قارئین کو واقفیت بہم پہونچائی گئی ہے، کتاب کے آخری صفحہ پر مؤلف کا اجمالی تعارف درج ہے۔

ایک سو تینتالیس (۱۴۳) صفحات پر مشتمل یہ کتاب اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور ''دریا بکوزہ'' کا صحیح مصداق ہے، کتاب کی طباعت مؤلف کے اپنے مکتبہ دارالتالیف دیوبند سے ہوئی ہے، کاغذ اور اشاعت میں حسن وجمال کی رعنائیوں کا خیال رکھا گیا ہے، ٹائٹل جاذب نظر ہے، رسم الخط میں ہم جیسے کمزور نگاہ والوں کی بھی رعایت رکھی گئی ہے، جلی ہونے کی وجہ سے پڑھنا آسان ہو گیا ہے۔ کتاب کی قیمت ایک سو بیس روپے یعنی کم وبیش فی صفحہ ایک روپے کے حساب سے ہے، طلبہ کے لیے یہ قیمت زیادہ معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ دیوبند کتابوں کی بڑی مارکیٹ ہے اور وہاں کے تاجر کتابوں کی خریداری پر پچاس سے ساٹھ فی صد کمیشن بھی دیتے ہیں، یہ کمیشن وضع کر لیجئے تو قیمت کم معلوم ہوگی، ملنے کے پتہ میں ایک درجن سے کچھ ہی کم پتے درج ہیں، آپ زیادہ چکر میں مت پڑیے دارالتالیف دیوبند سے منگوا لیجئے، یا دیوبند کے کسی بھی کتب خانہ سے، کتاب مفید ہے، طلبہ کے لیے اس کا رکھنا انتہائی ضروری ہے، قرآن کریم کی نسبت سے مبادیات عام لوگوں کو بھی جاننا چاہیے، ایک کتاب ہدیہ کرایئے اور سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ ہو جایئے، ہے نا نفع کا سودا۔

Scanned with CamScanner

قسط نہم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور تحریک ردشیعیت

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھنڈ☆

رد شیعیت کی تحریک: سنیوں کے بعد شیعہ ہی اس کے مستحق تھے کہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ دی جائے اور اس سلسلہ میں جو کچھ آپ سے ہوسکتا تھا کرتے رہے اور کتاب بھی ہدیۃ الشیعہ نامی تصنیف فرمائی۔

شیعوں کی مجلس میں تبلیغ: پورقاضی کے شیعوں کے مطابق مولانا طاہر صاحبؒ نے اپنے والد مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ الامام الکبیر جس زمانے میں پورقاضی پہنچے تھے تو اتفاقاً یہ محرم کا مہینہ تھا، الامام الکبیر کی تشریف آوری کی خبر پورقاضی کے شیعوں کو ہوئی تو ایک وفد ان کے سربرآوردوں کا خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور یہ خواہش کی کہ ماتم کی مجلس میں شریک ہوکر پورقاضی کے شیعوں کو ممنون فرمایا جائے۔ خلافِ توقع بجائے انکار کے الامام الکبیر نے فرمایا کہ میری ایک شرط بھی منظور کی جائے تو میں اس مجلس میں شریک ہوسکتا ہوں، شرط یہ تھی کہ اسی مجلس میں ''جو کچھ'' عرض کروں اسے سن لیں۔ وفد نے اس شرط کو منظور کرلیا مگر اسی کے ساتھ ان کی طرف سے مزید مطالبہ پیش ہوا کہ آپ کے وعظ سے پہلے مجلس ہوگی، اس میں حلوہ بھی تقسیم ہوتا ہے وہ بھی آپ کو قبول کرنا پڑے گا، آپ نے اس اضافہ کو بھی مان لیا اور حسب وعدہ ماتم کی مجلس میں حاضر بھی ہوئے، حلوہ بھی لے لیا، جب شیعوں کی پیش کردہ شرائط پوری ہوگئیں تب ماتم کی اسی مجلس میں الامام الکبیر نے کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی مشہور وصیت ''ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی'' پر ایک مفصل ومبسوط تقریر فرمائی۔ الغرض ماتم کی مجلس بجائے ماتم کے تبلیغ کی مجلس بن گئی اور اس وعظ کے بعد بہت سے لوگوں نے توبہ کی۔ یعنی کہ شیعی عقائد سے تائب ہوکر لوگ سنی بن گئے۔

تعزیہ داری کے خلاف سر دینے کا اعلان: ایک قصہ دیوبند کے حاجی محمد یسین دیوان جی کا ہے، اُن کا شمار دیوبند کے سربرآوردہ شیوخ میں تھا۔ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ''اُن کے خاندان پر رفض کا رنگ چڑھا ہوا تھا، ان کے یہاں تعزیہ داری مشہور تھی۔''

بہر حال الامام الکبیرؒ کے فیض صحبت کی اثر پذیری نے اس فیصلہ پر جب دیوان جی کو مجبور کیا کہ ''اپنے اقتداری دائرے میں تعزیہ داری کی رسم کو ختم کرکے رہوں گا۔ تو دیوبند کی تاریخ کا وہ ایک اہم واقعہ بن گیا۔

''محل کی مسجد جس میں مولانا حسین احمد صدر دارالعلوم دیوبند پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے، یہی مسجد دیوان جی کے محلہ کی مسجد تھی، تعزیہ اس مسجد میں بھی رکھا جاتا تھا اور محرم میں اسی مسجد سے وہ تعزیہ اٹھتا تھا، اٹھانے والے سنی ہوتے تھے، کچھ شیعہ گھرانے بھی اس جگہ تھے، دیوان جی نے سب سے پہلے اپنے محلہ کی اس مسجد کو تعزیہ کے قصہ سے پاک کرنے کا ارادہ کیا اور ''اعلان کردیا کہ اس مسجد سے تعزیہ نہیں اٹھے گا۔'' یہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا۔ دیوبند کی شیعہ آبادی ہی میں نہیں بلکہ تعزیہ پرست سنیوں میں بھی اس اعلان سے کھلبلی مچ گئی۔ پہلے تو ''اس محلہ کے شیوخ بگڑ گئے اور کہا کہ سر قلم ہوجائیں گے، مگر تعزیہ اٹھے گا۔'' یہ سن کر دیوان جی کی زبان سے بھی بے ساختہ یہ فقرہ نکلا کہ: ''اگر گذرا تو میری لاش پر گذرے گا۔'' اور بتدریج محلہ سے آگے بڑھ کر فتنہ کی آگ سارے قصبہ میں پھیل گئی، قصبہ دیوبند کی ''شیوخ کی برادری دیوان جی کے خلاف متحد ہوگئی۔''

ظاہر ہے کہ یہ معمولی فتنہ نہ تھا، اس وقت دیوبند کے شیوخ کی برادری میں کافی ہیکڑی والے لوگ تھے، دیوان جی کے خلاف قصبہ کے شیوخ برادری کے اس اتحاد کو کافی اہمیت حاصل ہوگئی اندر ہی اندر جو کھچڑی پک رہی تھی اس کی خبر الامام الکبیرؒ تک بھی پہنچی۔ ''حضرت نانوتویؒ کے علم میں جب یہ آیا اور معلوم ہوا کہ اس موقع پر شہر میں عظیم ترین ہنگامہ برپا ہونے کا خطرہ ہے۔'' تو ایک دن جب دیوان جی الامام الکبیر کی مجلس مبارک میں حاضر تھے، اسی مجلس میں ''شہر کے اکابر شیوخ اور دوسری برادریوں کے بڑے موجود تھے۔'' الامام الکبیرؒ دیوان جی کو مخاطب بنا کر فرمانے لگے کہ: ''بندۂ خدا! اگر ایسا ہی کرنا تھا تو کم از کم مجھ سے ذکر تو کرلیا ہوتا۔'' یہ بات تو دیوان جی سے کہی گئی اور اس کے بعد اس بھری مجلس میں الامام الکبیر کی طرف سے بھی عام اعلان فرمادیا گیا کہ: ''لیکن خیر اب اگر ایسا کہہ دیا گیا ہے تو دوسرا سر قاسم کا لگا ہوا ہے۔''

مطلب یہ تھا کہ اپنی لاش پر دیوان جی نے اعلان کیا تھا کہ تعزیہ گذرے گا، اسی لاش کے ساتھ دوسری لاش جسے تعزیہ لے جانے والے اپنے قدموں کے نیچے پائیں گے وہ محمد قاسم کی لاش ہوگی۔ بھری مجلس کے اس خونی اعلان کا جو نتیجہ ہوسکتا تھا وہی سامنے آیا۔'' جب یہ جملہ (یعنی قاسم کا سر بھی لگا ہوا ہوگا) شہر میں مشہور ہوا تو پیشہ ور برادریاں متحد ہوکر تیار ہوگئیں کہ اگر شیوخ نے دیوان محمد یسین صاحب کے ساتھ کوئی نازیبا برتاؤ کیا تو یہ ساری برادریاں ان شیوخ کے مدمقابل ہوجائیں گی۔'' پیشہ وروں کی یہ ساری برادریاں الامام الکبیرؒ سے غیر معمولی عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں، یہ سننے کے ساتھ ہی کہ دیوان جی کے سر کے ساتھ الامام الکبیرؒ نے اپنے سر مبارک کو بھی باندھ دیا ہے۔ اس وقت اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس کا اثر ان عقیدت مند مخلص مسلمانوں پر کیا مرتب ہوا ہوگا اور بات کچھ ان ہی پیشہ ور برادریوں تک محدود نہ رہی۔ ''خود شیوخ میں بھی دو گروہ ہوگئے، بڑا گروہ حضرت نانوتویؒ کی حمایت پر تُل گیا۔'' اور یوں واقعہ اس رنگ میں لوگوں کے سامنے آگیا۔ ''گویا پورا شہر اُن شیوخ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔'' یوں بجائے ایک سر کے دیوان جی کے سر کے ساتھ دیکھا گیا کہ بے شمار سر لگے ہوئے ہیں۔ سارے شہر کے مسلمانوں سے مقابلہ کی ہمت آخر مخالفوں کا گروہ کیسے کرسکتا تھا۔ یوں ایک بڑے فتنہ کا بھی قلع قمع ہوگیا۔ باہمی خوں ریزی سے دیوبند والے بچ گئے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ایک طرف ''مسجد محل سے تعزیہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔'' اور جب ایک جگہ سے یہ قدیم رسم اٹھ گئی تو ''شہر کی جن جن سنی مسجدوں میں سے تعزیئے اٹھتے تھے وہ سب ختم ہوگئے۔'' ان کی اسی ہمت مردانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ نے بھی لکھا ہے کہ: ''یہ واقعہ دیوان جی مرحوم کے حسنات میں سے ایک بہترین بلکہ سنتِ حسنہ ثابت ہوا۔''

کوئی شبہ نہیں کہ دیوان جی کی ہمت مردانہ یقیناً مستحق تحسین وآفریں ہے لیکن طوطی کے ساتھ آئینہ کے پیچھے پیچھے سکھانے والے استاد پر جب نظر پڑتی ہے تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ طوطی کی ساری گفتگو طوطی کی نہیں بلکہ اس کی تھی جو آئینہ کے پیچھے بیٹھ کر گفتگو کررہا تھا۔ درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ☆ انچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

خلاصہ یہ ہے کہ شیعی عقائد سے تائب ہوکر جو واقعی شیعہ تھے، وہ سنی ہوئے یا نہ ہوئے لیکن سنیوں میں جو کچے تھے، ان کے پکے بننے میں اور جو پکے تھے ان کو زیادہ پختہ بنانے میں الامام الکبیرؒ کی طرف سے جو عملی اقدامات ہوتے رہے یہ سب اسی کا اثر تھا۔

گویا خانوادۂ ولی اللّٰہی کی ساری محوری خدمات کو آگے بڑھانے اور ان کے دائرہ کی وسعت میں ممکنہ حد تک جتنا آپ کے بس میں تھا آخر عمر تک جدوجہد، سعی وکوشش کا سلسلہ آپ کی طرف سے مسلسل جاری رہا۔ الغرض ان سارے مسائل میں ولی اللّٰہی مسلک اور نقطۂ نظر کو ہندگیر عمومیت آپ ہی کی بدولت میسر آئی۔

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

اولیاءِ کرام، صوفیائے عظام اور صاحب فضل وکمال کے علمی نکات پڑھنے سے ذہن ودماغ میں وسعت وگہرائی اور فکر ونظر میں بلندی وتوانائی پیدا ہوتی ہے اسی جذبے کے تحت ہفتہ وار نقیب میں حکایات اہل دل کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا، جس سے اندازہ ہوا کہ ہمارے قارئین اسکو بڑی دل چسپی سے پڑھتے ہیں، اسی سلسلہ کے چند واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں امید ہے کہ آپ پسند کریں گے۔

علامہ عینیؒ اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ کا دلچسپ واقعہ

علامہ عینیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل، حافظے اور قوت تحریر کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا، جو خال خال ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے، سرعتِ تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ پوری مختصر القدوری ایک رات میں نقل کردی۔

حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کے درمیان معاصرانہ چشمک مشہور ومعروف ہے، اگر چہ علامہ عینیؒ عمر میں حافظ ابن حجرؒ سے بارہ سال بڑے تھے اور حافظؒ نے ان سے بعض احادیث بھی پڑھی ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی وہ ایک دوسرے کے معاصر ہی شمار ہوتے تھے، حافظؒ شافعی تھے، اور علامہ عینیؒ حنفی، وہ بھی قاضی رہے، اور یہ بھی، انہوں نے بھی بخاری شریف کی شرح لکھی، اور انہوں نے بھی، اس لئے دونوں کے درمیان لطیف علمی چوٹیں چلتی رہتی تھیں، حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح پہلے لکھنی شروع کی تھی، اور وہ اپنے شاگردوں کو املاء بھی کراتے جاتے تھے، ان شاگردوں میں سے ایک علامہ برہان الدین ابن خضر تھے جن کا تعلق علامہ عینیؒ سے بھی تھا، علامہ عینیؒ نے ان سے خواہش کی کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کاپیاں ان کو مستعار دے دیا کریں، علامہ ابن خضر نے حافظؒ سے اجازت لے کر علامہ عینیؒ کو شرح کے حصے مستعار دینے شروع کردیئے، اور اس طرح علامہ عینیؒ نے اپنی شرح کی تالیف کے وقت حافظؒ کی شرح کو سامنے رکھا اور جا بجا اس پر تنقید بھی فرمائی، بعد میں حافظؒ نے عینیؒ کے اعتراضات کے جواب میں مستقل دو کتابیں لکھیں۔

دونوں کی لطیف چوٹوں کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کے حکمران ''الملک المؤید'' کی سیرت پر علامہ عینیؒ نے ایک طویل قصیدہ کہا تھا، جس میں ان کی بنائی ہوئی جامع مسجد کی بھی تعریف تھی، اتفاق سے کچھ دن بعد اس مسجد کا منارہ جھک کر گرنے کے قریب ہوگیا، اس پر حافظ ابن حجرؒ نے پرچے پر دو شعر لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیئے۔

لجامع مولانا المؤید رونق منارته، تزهو على الفخر والزين
تقول، وقد مالت على ترفقوا فليس على حسني اضر من العين

(یعنی جناب مؤید کی جامع مسجد بڑی بارونق ہے اور اس کا منارہ فخر وزینت کی وجہ سے بڑا خوشنما، لیکن جب وہ جھکا تو اس نے کہا کہ مجھ پر رحم کرو، کیوں کہ میرے حسن کے لئے ''عین'' (چشم بد) سے زیادہ نقصان دہ کوئی چیز نہیں۔)

اس شعر میں لطف یہ ہے کہ اس میں ''عین'' کو ''عینی'' پڑھا جاتا ہے، جس سے علامہ عینیؒ پر تعریض ہوتی ہے۔ ملک مؤید کو یہ رقعہ ملا تو اس نے علامہ عینیؒ کے پاس بھیج دیا، اس پر علامہ عینیؒ نے دو شعر لکھ کر واپس بھیجے:

منارة كعروس الحسن جليت وهدمها بقضاء الله والقدر
قالواء اصيبت بعين، قلت ذاخطأ وانما هدمها من خبية الحجر

یعنی (یہ منارہ عروس حسن کی طرح درخشاں ہے اور اس کا گرنا محض اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کی وجہ سے ہوا ہے، لوگ کہنے لگے کہ اسے نظر لگ گئی، میں نے کہا: یہ غلط ہے، دراصل وہ اپنے ''حجر'' (پتھر) کے فساد کی بنا پر گرا ہے۔)

زیادہ کھانا کمال نہیں

دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا حکیمانہ واقعہ ہے، ان کے زمانے میں آریہ سماج ہندوؤں نے اسلام کے خلاف بڑا شور مچایا ہوا تھا، حضرت نانوتویؒ آریہ سماج والوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے، تاکہ لوگوں پر حقیقت حال واضح ہوجائے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے، وہاں ایک آریہ سماج کے پنڈت سے مناظرہ تھا اور مناظرہ سے پہلے کھانے کا انتظام تھا، حضرت نانوتویؒ بہت تھوڑا کھانے کے عادی تھے جب کھانا کھانے بیٹھے تو حضرت والا چند نوالے کھا کر اٹھ گئے، اور جو آریہ سماج کے عالم تھے، وہ کھانے کے استاذ تھے، انہوں نے خوب ڈٹ کر کھایا، جب کھانے سے فراغت ہوئی تو میزبان نے حضرت نانوتویؒ سے فرمایا کہ حضرت آپ نے بہت تھوڑا کھانا کھایا، حضرت نے فرمایا کہ مجھے جتنی خواہش تھی اتنا کھالیا اور آریہ سماج بھی قریب بیٹھا ہوا تھا، اس نے حضرت سے کہا کہ مولانا آپ کھانے کے مقابلے میں تو ابھی سے ہار گئے اور یہ آپ کے لئے بدفالی ہے کہ جب آپ کھانے پر ہار گئے تو اب دلائل کا مقابلہ ہوگا تو اس میں بھی آپ ہار جائیں گے، حضرت نانوتویؒ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کھانے کے اندر مناظرہ اور مقابلہ کرنا تھا تو مجھ سے کرنے کی کیا ضرورت تھی کسی بھینس یا بیل سے کرلیا ہوتا، اگر اس سے مناظرہ کریں گے تو آپ یقیناً بھینس سے ہار جائیں گے، میں تو دلائل میں مناظرہ کرنے آیا تھا، کھانے میں مناظرہ اور مقابلہ کرنے تو نہیں آیا تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اس جواب میں اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر کھانے پینے کے اندر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں، جانور بھی کھاتا ہے اور انسان بھی کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر جانور کو رزق دیتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اچھا رزق دیتا ہے، لیکن ان کے درمیان اور ہمارے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم کھانا کھاتے وقت اپنے کھلانے والے کو فراموش نہ کریں، بس جانور اور انسان میں یہی فرق ہے۔ (خطبات، ج:۵)

امن عالم کا قیام اسلام کے بغیر ممکن نہیں!

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

اسلام، ایک آفاقی مذہب ہے، اللہ عزوجل کا آخری دین ہے، وہ کامل بھی اور مکمل بھی، انسانی زندگی کی تمام ضرورتوں کا تکفل اسلام میں موجود ہے، اسلام کی فطرت میں سلامتی اور صلح وآشتی کا جوہر موجود ہے، اسلام کا پودا ایمان کی زرخیز زمین پر برگ وبار لاتا ہے اور ایمان کے معنی ہی ہیں، امن میں لانے کے، امن کی قندیل فروزاں کرنے کے، خوف و دہشت کی فضا کو ختم کرنے کے، نابرابری اور محرومی کے احساسات کو زائل کرنے کے، امن وامان کی فضا پیدا کرنے کے، دنیا کے سارے مذاہب نے امن کی بات کہی ہے، لیکن اسلام امن کا داعی ہی نہیں بلکہ شیدائی ہے، اس کی آکاش بیل نے انانیت اور انارکی کے روشوں کو روندا ہے، دنیا میں جو خطہ امن وامان کے معاملہ میں سب سے زیادہ تہی دست تھا، اسلام کے لیے اسی خطۂ ارضی کا انتخاب، اسلام کے اندر امن کی فضا بحال کرنے کی صلاحیتوں کا غماز ہے اور اسلام نے ایسا کیا بھی چند سال میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ جو رہزن تھے، وہ رہبر بن گئے، جو عزت وناموس کو پامال کرنے والے تھے، وہ پاسبان بن گئے، جو ناخواندہ اور امی کہلاتے تھے، وہ معلم انسانیت بن گئے، جن کے یہاں قانون کی بالادستی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی، وہ قانون الٰہی کے محافظ بن گئے، جن کے یہاں انتشار واختلاف کا یہ عالم تھا کہ جوتیوں میں دال بٹتی تھی اور باسی کڑھی میں ابال آتا تھا، تو ساری حرمتوں کو پامال کر دینا جن کا شیوہ تھا، وہ عالمگیر حکومت کے قائد اور رہنما بن گئے، یہ سب فیض تھا اس دین کا اور اس کے مخلص داعی کا، جس نے انسانیت کا بھولا ہوا سبق پڑھایا اور بنی نوع انسان کو آدمیت کے آداب سکھائے، اسلام کے زیر سایہ دنیا نے امن وسکون کا لطف پایا اور اس کی حقیقی لذت کا اسے ادراک ہوا، امن و امان کا یہ عالم تھا ایک بڑھیا سر شام، حجاز سے تنہا یمن کے سفر کا قصد کرتی تھی اور اسے اپنی جان ومال، عزت وآبرو کا کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے امن کی تعلیم کے لیے جو نسخۂ کیمیا عطا کیا، وہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔

اختلاف وانتشار کی اصل وجہ وہ خودی ہے جو مغائرت پیدا کرتی ہے، باہمی عداوت سے گذر کر انارکی کو جنم دیتی ہے، خودی کی مار سے انفرادی اور اجتماعی زندگی تباہ ہو جاتی ہے، خودی دوسرے لفظوں میں وہ انانیت یا ''ہمچوں من دیگرے نیست'' کی وہ بھوک ہے، جو حکومتوں اور ملکوں کو کھا ڈالتی ہے، اسلام نے اس بے مہار خودی کو لگام دینے کے لیے توحید کا پاکیزہ عقیدہ عطا فرمایا ہے، لہٰذا وہی ایک ہے، جو سب سے بڑا بھی ہے، اور یکتا بھی، بے عیب بھی ہے، وہ زندۂ جاوداں بھی، اور وجہ تخلیق ہے، وہ غیبی قدرتوں کا مرکز بھی، لہٰذا اسی کو خودی زیبا ہے، وہی بڑائی کا مستحق ہے، بقیہ سب اس کے حضور میں درماندہ اور پسماندہ ہیں، لہٰذا نہ کوئی ایسا بڑا ہے، جس کا کمال ابدی اور آفاقی ہو۔

''اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظام عقائد میں بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادیٔ توحید ہے۔

اور دنیا کے سارے اختلافات ومناقشات کی بنیاد انسان کے جذبۂ خودی پر ہے، جس کے باعث ایک دوسرے سے مغائرت پیدا ہوتی ہے، اور یہی رفتہ رفتہ مخالفت بلکہ منافرت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اس زہر کا سب سے بڑا تریاق عقیدۂ توحید ہے، یعنی اگر انسان کو دوسروں سے کوئی اصولی اختلاف نہ نظر آئے، وہ اپنے آپ کو تمام موجودات سے متحد سمجھنے لگے اور بجائے کثرت وتعداد کے اسے ہر طرف وحدت کی جلوہ آرائیاں نظر آنے لگیں تو عداوت بلکہ مغائرت و اجنبیت تک کا جذبہ اس کے دل سے محو ہو جائے اور کائنات میں ہر سمت امن وآشتی کی منادی ہو جائے۔

جن لوگوں کا یہ عقیدۂ توحید راسخ ہے، جو لوگ اس پر اعتماد رکھتے ہیں کہ ہستی مطلق انسان کی رگ جان سے بھی قریب ہے، جو اشخاص اس پر یقین رکھتے ہیں کہ موجودات کے ذرہ ذرہ کا مبدأ و مرجع صرف وہی ذات، واجب الوجود ہی ہے، جن افراد کو اس کا اذعان ہے کہ ہر شے کی ابتداء وانتہاء، ظاہر وباطن سب خدا ہی ہے، جن نفوس کا اس پر ایمان ہے کہ جملہ حوادث عالم محض مشیت باری ہی کے مختلف مظاہر وشوؤن ہیں، اور جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ کفر وایمان دونوں کا خالق ایک ہی ہے، بھلا وہ کبھی کسی حالت میں بھی کسی سے عداوت ومنافرت کا جذبہ از راہ نفسانیت رکھ سکتے ہیں، اگر کسی صنعت کی تنقیص کرنا، صانع کے نقص کو مستلزم ہے تو مخلوقات میں سے کسی کی عیب جوئی کرنا، بدرجۂ اولیٰ اس کے خالق کی کھلی ہوئی توہین وتنقیص ہوگی۔

پھر قرآن مجید نے صرف روحانی اتحاد اصل واشتراک پر بس نہیں کی، بلکہ تصریح کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جسمانی ومادی حیثیت سے تمام نسل انسانی ایک ہی خاندان کی ہے، سب کے والدین ایک ہی ہیں اور آج دنیا میں جو مختلف جماعت و قبائل نظر آرہے ہیں، سو یہ تقسیم اس لیے ہے کہ باہم دگر امتیاز وشناخت ہو سکے:

"يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا'' (سورہ حجرات) (اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان وقبائل بنائے تا کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ)۔

اس اتحاد اصل ونسل کے ذہن نشیں ہو جانے کے بعد مغائرت ومنافرت کا شائبہ تک باقی نہیں رہ سکتا ہے''۔ (پیام امن، ص:۱۴۲-۱۴۳) یہی وہ تصور تھا جس کی بنیاد پر حضرت عمرؓ نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کے لڑکے کو (جس نے ایک ریس میں ایک غیر مسلم کو اس بنا پر مارا تھا کہ اس کا گھوڑا گورنر کے لڑکے سے آگے نکل گیا) کوڑے لگوائے تھے، اور بھری محفل میں مصر کے گورنر کو بھی اس غیر مسلم کو آرڈر دیا گیا تھا کہ انہیں بھی کوڑے لگائے، اس لیے کہ لڑکے کو باپ کی وجاہت کی وجہ سے جرأت ہوئی ہے، وہ غیر مسلم مدعی یہ سن کر شرم سے پانی پانی ہو گیا، اس موقع پر حضرت عمرؓ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''تم نے ان کو غلام کب سے بنا لیا، ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد پیدا کیا تھا''۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ خلافت میں مصر سے ایک خاتون نے خط لکھا کہ میرے گھر کی چہار دیواری نیچی ہے، جس کی وجہ سے اجنبی لوگ میرے گھر میں جھانکتے ہیں، اور چور سامان اٹھا لے جاتے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ اس عورت کے گھر کا جائزہ لیا جائے اور گورنر اپنی نگرانی میں اس کے گھر کی چہار دیواری کو اونچی کرا دیں، وہ عورت ایک حبشی زادی تھی، اور غیر مسلمہ بھی۔

جسمانی وحدت کے تصور کی وجہ سے ظلم وزیادتی، ناچاقی وناانصافی، توہین وتنقیص کرنا عملاً مشکل ہو جائے گا، بلکہ ہر آن ایک دوسرے کی بہی خواہی کا جذبہ فروغ پائے گا اور معاشرہ میں امن کی یہی بنیادیں ہیں، فساد پیدا ہی ہوتا ہے، اپنے کو بالاتر سمجھنے سے اور قانون کی پہنچ سے اپنے آپ کو فائق خیال کرنے سے، ایسا تصور فرد سے گذر کر جماعتوں تک پہنچتا ہے، گو اس کے منفی اثرات ہر جگہ نظر آتے ہیں۔

آج یہود یا ہنود کا ایک مخصوص طبقہ، اپنے تصور کے مطابق وہ اپنے آپ کو دیگر انسانوں کے مقابلہ میں اعلیٰ اور فائق سمجھتے ہیں، اور پھر دوسروں پر ظلم کرتے ہیں ظلم کو روا سمجھتے ہیں، حق تلفیاں کی جاتی ہیں، ان کو کمتر سمجھا جاتا ہے، اور آخری درجہ کا وحشیانہ سلوک ان کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے، لہٰذا معاشرہ میں اس کا ردعمل ہوتا ہے، خونریز تصادم کی نوبت آتی ہے، ایک طبقہ کے خلاف بغض، کینہ، عداوت کے منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں، محرومی کا احساس بڑھتا ہے، اور یہ چیز امن عالم کے فروغ میں مانع بن جاتی ہے۔

اسلام نے صرف فتنہ وفساد کو معصیت کبریٰ قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جو چیزیں محرک فساد ہو سکتی تھیں، سرے سے انہیں کی جڑ کاٹ دی، دنیا میں جتنے محاربات (جنگیں) برپا ہوتی ہیں، عموماً ان کی تہہ میں حب وجاہ، حب زر، اقتدار کے جذبات کام کرتے ہیں، اسی طرح اکثر جنگ کے پردے میں مال ودولت کی طمع کام کرتی ہے، اسلام نے اپنے پیروؤں کے سامنے جس فردوس عمل کا نقشہ پیش کیا ہے، اس میں شجر ممنوعہ اسی دنیوی مال ودولت کو قرار دیا ہے، جب اس مادی زندگی کی محبت ہی دل سے نکل جائے گی تو منافرت کا از خود خاتمہ ہو جائے گا، قرآن پاک نے صدہا مقام پر دنیوی زندگی کی بے ثباتی اور اس کی مذمت ومنقصت کو بیان کیا ہے۔

فطرت بشری دوسروں کے عبرتناک انجام سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہے، قرآن مجید نے اس آلہ سے پوری طرح کام لیا اور اقوام گذشتہ ومشاہیر افراد کے جتنے قصے بیان کیے، یہ نکتہ ان سب ہی میں ملحوظ رکھا ہے کہ ان کے سننے اور پڑھنے سے انسان کی مادی خواہشوں اور تمناؤں، حرص وطمع، کبر وغرور کا، زبردست دیو مغلوب ہو، قوم عاد وثمود، فرعون ونمرود، ان سب کے واقعات میں یہ خصوصیت مشترک ہے، مثال کے طور پر قارون کے واقعہ کی حکایت قرآن پاک نے جس انداز میں بیان کیا، وہ جاہ ودولت، زینت وامارت کے نقش بر آب ہونے کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہے۔

''قارون موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور آدمی اس کی کنجیاں بہ مشکل اٹھا سکتے تھے، ایک مرتبہ اس کی قوم کے بعض لوگوں نے کہا کہ اترایا مت کرو، خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور یہ ساز وسامان خدا نے تجھے دے رکھا ہے، اس میں سے کچھ آخرت کے گھر کی بھی فکر کرتا رہ'' (البتہ) دنیا سے جو تیرا حصہ ہے اس کو فراموش نہ کرو، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو دوسروں کے ساتھ احسان کیا کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو کہ خدا مفسدوں کو پسند نہیں کرتا، اس نے جواب دیا کہ یہ جاہ وثروت تو مجھ کو اپنی لیاقت سے حاصل ہوئی ہے، کیا قارون نے یہ کہتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ اس سے پہلے خدا پچھلی امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو جاہ وحشمت میں اس سے کہیں زیادہ قوت رکھتے تھے اور بہ لحاظ سرمایہ بھی اس سے کہیں بڑھے تھے۔

پھر ہم نے قارون اور اس کی کوٹھی کو زمین میں دھنسا دیا، اس وقت کوئی جماعت اس کی مدد کو نہ آئی اور نہ وہ خود اپنے تئیں بچا سکا اور جو لوگ کل شام تک اس کی جگہ ہونے کی آرزو کرتے تھے، وہ آج صبح کہنے لگے کہ ارے غضب! خدا ہی اپنے بندوں سے جس کو روزی چاہتا ہے، فراخ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محدود کر دیتا ہے، اور اس کا کرم اگر ہم پر نہ ہوتا تو ہم کو بھی قارون کی طرح دھنسا دیتا، ارے غضب! ناشکروں کو فلاح نصیب نہیں ہوتی'' (سورہ قصص)

یہ واقعات ہیں جن کو قرآن پاک نے بڑے مؤثر اسلوب میں پیش کیا ہے، جنہیں پڑھ کر سخت سے سخت دل نرم ہو کر پسیج جاتا ہے، لہٰذا اگر امن عالم کے قیام کی جستجو ہے تو ان بنیادوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جنہیں قرآن پاک نے پیش کیا ہے، آج دنیا کا سارا فساد امن وامان کی ابتری کا واحد سبب وہی ہے جس کی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ دولت اسلام کے پاس ہے اور امن عالم کا قیام اس کے بغیر ناممکن ہے:

فضول جان کر جس کو بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

اسلام نے امن کی تعلیم کے لیے جو نسخۂ کیمیا عطا کیا، وہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔
اختلاف وانتشار کی اصل وجہ وہ خودی ہے جو مغائرت پیدا کرتی ہے، باہمی عداوت سے گذر کر انارکی کو جنم دیتی ہے، خودی کی مار سے انفرادی اور اجتماعی زندگی تباہ ہو جاتی ہے، خودی دوسرے لفظوں میں وہ انانیت یا ''ہمچوں من دیگرے نیست'' کی وہ بھوک ہے، جو حکومتوں اور ملکوں کو کھا ڈالتی ہے، اسلام نے اس بے مہار خودی کو لگام دینے کے لیے توحید کا پاکیزہ عقیدہ عطا فرمایا ہے، لہٰذا وہی ایک ہے، جو سب سے بڑا بھی ہے، اور یکتا بھی، بے عیب بھی ہے، وہ زندۂ جاوداں بھی، اور وجہ تخلیق ہے، وہ غیبی قدرتوں کا مرکز بھی، لہٰذا اسی کو خودی زیبا ہے، وہی بڑائی کا مستحق ہے، بقیہ سب اس کے حضور میں درماندہ اور پسماندہ ہیں، لہٰذا نہ کوئی ایسا بڑا ہے، جس کا کمال ابدی اور آفاقی ہو۔
''اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظام عقائد میں بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادیٔ توحید ہے۔

Scanned with CamScanner

اخلاص وللّٰہیت کے اثرات انسانی زندگی پر

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (ولادت ۱۲۸۰ھ، وفات ۱۳۶۲ھ) اونچے درجے کے عالم، عارف، محقق ،مصنف اور مصلح تھے، خانقاہ اور کتابوں کے ذریعہ ان کا علمی اور احسانی فیضان خوب جاری ہوا، آج بھی ان کے مواعظ دلوں کو گرماتے، ذہن ودماغ کو آسودگی بخشتے اور قوم میں تحریک پیدا کرتے ہیں، اس لحاظ سے یقیناً وہ ''غزالی وقت'' تھے، اس غزالی وقت کا ایک واقعہ سنئے، بڑا دلچسپ، نظر افروز اور دل زندہ کے لئے انقلاب آفریں واقعہ ایک عارف باللہ کا ہے، اسے ایک عارف باللہ ہی کی زبانی سنئے، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری فرماتے ہیں:

حضرت تھانویؒ کے یہاں پہلے ضابطہ تھا کہ جب کوئی نووارد (نیا آنے والا) آئے تو بغیر سوال کے خود بتائے کہ میں فلاں ہوں اور فلاں جگہ سے آیا ہوں اور فلاں مقصد کے لئے حاضر ہوا ہوں، لیکن جب حضرت والا کی نظر مبارک سے یہ حدیث گزری: "بالداخل وحشة تلقونه بمرحبا" (الدیلمی) یعنی نئے آنے والے کو اجنبیت کے سبب ایک قسم کی حیرت زدگی اور بدحواسی ہوتی ہے، اس لئے اس سے آؤ بھگت کے ساتھ ملا کرو، تاکہ اس کی طبیعت کھل کر مانوس ہو جائے اور ہر قول وفعل کا موقع سمجھ کر نہ خود پریشان ہو نہ دوسرے کو پریشان کرے۔

حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث میری نظر سے اس وقت گزری جب کہ میری عمر اکہتر سال کی ہو چکی تھی، اللہ تعالی نے حدیث کی برکت سے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ اب آنے والے سے میں خود اس کا مقام، اس کے آنے کی غرض اور اس کا مشغلہ پوچھ لیا کرتا ہوں، اس سے ضروری حالات معلوم ہوتے ہیں، اور وہ مانوس ہو جاتا ہے'' (معرفت الٰہیہ، صفحہ:۳۱)

اس واقعہ سے یہ تو سبق ملتا ہی ہے کہ مہمان اور نئے آنے والے کے ساتھ محبت اور اپنائیت کا کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے اور مرحبا وخوش آمدید کہہ کر کس طرح لطف ومہربانی اور خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرنا چاہے کہ آنے والا اپنے سفر کی صعوبت کو بھول جائے، اس کے دل سے اجنبیت کا احساس جاتا رہے اور وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے کسی عزیز کے پاس آیا ہوں، جہاں ہر طرح سے سکون کا سامان میسر ہے، اسی لئے ایک حدیث میں صراحتاً اس کا ذکر ہے کہ جب کسی اجنبی آدمی سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کا اور اس کے والد کا نام پوچھ لو، اس کی مصروفیت اور پیشہ کے بارے میں بھی دریافت کرلو، اس سے اجنبیت دور ہوگی، اور باہمی تعارف سے آپسی محبت پیدا ہوگی۔

تاہم مذکورہ واقعہ کی تہ میں اصل پیغام جو چھپا ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی حق کا اعتراف اور اظہار انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کمال ہے، یہی علمی دیانت، انسانی شرافت اور حق پرستی کا تقاضا ہے، اس سے انسان کی شان گھٹتی نہیں بڑھتی ہے۔ عزت کم نہیں ہوتی زیادہ ہوتی ہے، اعتماد مجروح نہیں ہوتا بحال ہوتا ہے۔

باخبر لوگ اس سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ مضبوط دلیل سامنے آجانے کے بعد اپنے کسی قول اور مانوس عمل پر جمے رہنا اور مختلف توجیہات اور دور از تاویلات کے ذریعہ اس کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں، اہل باطل کا وطیرہ ہے، حق پرست تو حق کے سامنے جھک جاتے ہیں، غزالی وقت اور ابوحنیفہ عصر ہونے کے باوجود بشر ہونے کے ناسبب کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے شرماتے نہیں ہیں اور نہ ہی غلطی پر پردہ ڈالنے کی مذموم سعی کرتے ہیں، ایسی کسی بھی غلطی یا چوک کے بعد اعتراف ''جہل'' کی علامت نہیں، عین علم کی دلیل ہے۔ عمر کا کوئی بھی حصہ ہو اور نسبی، جاہی، مالی اور علمی شہرت کی کوئی بھی منزل ہو، قبول حق اور اظہار حق کی راہ میں کسی بھی چیز کو آڑ نہیں بنانا چاہئے، ہر حالت میں ہر صورت میں حق، حق ہے اور باطل، باطل ہے، جس کا برملا اعتراف اور اظہار انسان کو حق پرستوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ انسان کے عمل کا رخ اپنے جیسے انسان کی طرف نہیں، بلکہ خدا کی طرف ہو، اس کی خوشی اور ناخوشی کو اپنے لئے معیار اور پیمانہ بنایا گیا ہو، خلق سے نظر ہٹ کر خالق پر جم گئی ہو حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں بے شمار انسان ہیں، میں کس کی خوشی اور ناخوشی کا خیال کروں، ایک کو خوش کیا تو دوسرا ناخوش، دوسرے کو خوش کیا تو تیسرا ناخوش، اس لئے میں نے ٹھان لیا ہے کہ اپنی زندگی میں بس ایک ہی کی خوشی اور ناخوشی کو پیش نظر رکھوں گا، وہ ہے اللہ واحد کی ذات گرامی''، مولانا محمد علی جوہرؒ کا یہ شعر جوہر شناس نگاہ میں بہت پہلے قدر حاصل کر چکا ہے۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

یہ تو ہوئی اخلاص وللّٰہیت کی بات، اس کے مقابلہ میں ریا اور نام ونمود ہے جس میں دنیا کے لوگوں کی خوشنودی اور یہاں کی واہ واہ اور داد وتحسین پیش نظر رہتی ہے، یہ جذبہ کس قدر خطرناک ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث نبویؐ سے ہو سکے گا، جسے سنتے اور پڑھتے ہوئے دل حساس رکھنے والے کا پورا جسم لرز اٹھتا ہے، اسی لئے اس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ اس روایت کو بیان فرماتے ہوئے گر پڑتے تھے، روایت یہ ہے:

قیامت کے دن سب سے پہلے تین شخصوں کے متعلق عدالت الٰہیہ سے جہنم کا فیصلہ سنایا جائے گا، ان میں بھی اول نمبر پر ایسے شخص کی پیشی ہوگی جو جہاد میں شہید ہوا ہوگا، وہ جب حاضر عدالت ہوگا تو اللہ تعالی پہلے اس کو نعمتیں جتائے گا اور یاد دلائے گا، اس کو یاد آجائیں گی، پھر اس سے فرمایا جائے گا بتلا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا، اور کیا عمل کئے؟ وہ عرض کرے گا، خداوندا، میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیری رضا طلبی میں جان عزیز تک قربان کردی، حق تعالی فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے تو صرف اس لئے جہاد کیا تھا کہ تو بہادر مشہور ہو، دنیا میں تیری بہادری کا چرچا ہو چکا، پھر اللہ کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی طرح ایک عالم دین اور عالم قرآن (جس میں قرآن کے حافظ وقاری بھی داخل ہیں) کو حاضر عدالت کیا جائے گا، اس سے بھی اللہ تعالی پوچھے گا کہ تو نے کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا میں نے تیرے دین اور تیری کتاب کے علم کو پڑھا اور پڑھایا اور یہ سب تیری رضاء کے لئے کیا حق تعالی فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو نے تو عالم، حافظ اور قاری کہلانے کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا، پھر بحکم خداوندی اس کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پھر اس کے بعد ایک شخص کو پیش کیا جائے گا، جس کو اللہ نے دنیا میں بہت کچھ مال ودولت سے نوازا ہوگا، اس سے بھی سوال کیا جائے گا کہ تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ خداوندا! میں نے خیر کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا جس میں تیری رضا جوئی کے لئے اپنا مال خرچ نہ کیا ہو حق تعالی فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو صرف اس لئے مال خرچ کیا تھا کہ دنیا تجھ کو سخی کہے، تو دنیا میں تیری سخاوت کا خوب چرچا ہو گیا، پھر اس کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا'' (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں وہی عمل کام آئے گا جو نیتوں کے فساد بالخصوص ریا ونفاق سے پاک ہو، اور صالح نیت سے محض رضاء الٰہی کے لئے کیا گیا ہو، اسی کو دین کی اصطلاح میں ''اخلاص'' کہتے ہیں۔

''ریاض الصالحین'' احادیث نبوی کا اہم اور منتخب مجموعہ ہے۔ اس میں ''اخلاص ونیت'' کے تحت نیت کی پاکیزگی اور اخلاص وللّٰہیت کے اثرات جو انسان کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں ایک اہم مؤثر اور سبق آموز واقعہ کا ذکر ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلے تین آدمی (کہیں) روانہ ہوئے، راستہ میں شام ہوئی۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، جب اس میں داخل ہوئے تو ایک پتھر گر پڑا اور غار کا دروازہ بند ہو گیا ان لوگوں نے کہا اس پتھر سے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ کہ اللہ تعالی کو اپنے کسی عمل کی یاد دلاتے ہوئے پکارو، ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ تعالی! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے اپنی بیوی اور بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن میں چارے کی فکر میں دور تک چلا گیا اور راہ میں مجھ کو شام ہوئی۔ جب گھر پلٹا تو ان کو سوتا پایا۔ میں نے سمجھا کہ ان کو بے آرام کروں یا ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلاؤں۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی اور بچے میرے پاؤں پر لوٹ رہے تھے۔ میں نے ان کو دودھ پلایا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری خوشی کے لئے کیا ہے تو اس پتھر کو ہم سے دور کر، پس پتھر تھوڑا ہٹ گیا۔

دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی، وہ مجھ کو بہت محبوب تھی، ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو اتنا چاہتا تھا کہ جیسے کسی مرد کو عورت سے محبت ہو سکتی ہے۔ ایک دن میں نے بلایا اس نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ قحط سے پریشان ہو کر وہ میرے پاس آئی میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھ سے تخلیہ میں ملے وہ راضی ہوگئی۔ جب میں نے ارادہ کیا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر، میں یہ سن کر باز رہا حالانکہ وہ مجھے انتہائی محبوب تھی۔ پھر میں نے اس سے روپیہ بھی واپس نہیں لیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے رہائی عطا فرما۔ تو پتھر کھسک گیا مگر اتنا کہ نکل نہیں سکے۔

تیسرے نے کہا اے اللہ! میں نے کچھ مزدور کام کے لئے بلائے اور ان کو پوری پوری مزدوری دی۔ سوا ایک آدمی کے کہ وہ چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری سے تجارت کی، کچھ عرصہ میں تجارت خوب نفع لائی۔ ایک دن وہ آیا اور کہا اللہ کے بندے میری مزدوری دے۔ میں نے کہا یہ جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو اونٹ، گائے، بکری، غلام سب تمہارے ہیں اور تمہاری مزدوری سے ہیں۔ کہا کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا حقیقت ہے تو وہ سب لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میری یہ بات تجھے پسند آئی ہو تو ہم کو اس تنگی سے نجات فرما۔ پس وہ پتھر ہٹ گیا اور سب نکل گئے''۔ (ریاض الصالحین)

ایک حقیقت ہے کہ نام ونمود اور سستی شہرت کے لئے جو کام کیا جاتا ہے، وہ اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے، اکثر حالات میں ایسا کام استحکام حاصل نہیں کر پاتا، کام کے شجر کو اگر نیت کی پاکیزگی اخلاص وللّٰہیت کے پانی سے سیراب کیا جائے تو اس کی ٹہنیاں اور شاخیں سرسبز وشاداب رہتی ہیں، بڑھتی پھیلتی، پھولتی ہیں، اور یہاں (دنیا) اور وہاں (آخرت) دونوں جگہ اپنی بہار جانفزا دکھلاتی ہیں، ایسے لوگ دنیوی آلام ومصائب سے نجات پاتے ہیں، اور اخروی کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ اللہ کا مخلص بندہ دنیا والوں کی پسند اور ناپسند اور ان کے نیک وبد خیالات وتاثرات سے بے نیاز ہوتا ہے، وہ اپنے مالک حقیقی اور حاکم اصلی کی خوشی اور ناخوشی کو ہمہ دم ملحوظ رکھتا ہے، محدث دکن حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحبؒ کے درج ذیل، گرانقدر ملفوظات کو نگاہ کی راہ سے دل میں اتار لیجئے، اور اسی کے سہارے اس کی خوشبو کو ذہن ودماغ میں بسا لیجئے، حضرت فرماتے ہیں:

''اگر ساری دنیا بھی ہم سے روٹھ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، فکر اس کی رہے کہ ہمارا محبوب حقیقی جس کو ہم نے اپنا دل دے رکھا ہے کہیں روٹھ نہ جائے اور ہر وقت اس کے منانے اور راضی کرنے کی سعی کرتے رہیں، کیوں کہ اسی سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ کسی کے بگڑنے سے رنج وصدمہ نہ ہو، بلکہ فکر یہ رہے کہ ہمارا مالک حقیقی خدائے تعالی ہم سے خفا نہ ہو جائے جس کے ناخوش ہونے سے دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے اور آخرت بھی برباد ساری مصیبتیں اسی کے لئے جھیلی جاتی ہیں، اگر وہ راضی نہ ہو، اور خفا ہو جائے تو ہماری زندگی ہی بے کار ہے، اس لئے ہر کام اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے کرو، ہم دنیا کو دکھانے کے واسطے کرتے ہیں، دنیا کے دکھانے کے لئے جو کام کیا جاتا ہے وہ سب یہیں رہ جائے گا اور خدا تعالی کے سامنے خالی ہاتھ جانا پڑے گا۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ جو ایک بہت بڑے صوفی اور کامل بزرگ گزرے ہیں، ان کی ایک کتاب ''منطق الطیر'' کے نام سے ہے، اس میں وہ پرندوں کی زبان میں بات کرتے نظر آتے ہیں، اس کتاب کے ایک شعر میں انہوں نے یہ پیغام دیا ہے کہ ظاہر وباطن، چھپے اور کھلے ہر حالت میں ہر اچھا کام خدا ہی کے لئے کرو، اور اپنے نیک عمل اور کار خیر میں اللہ تعالی کی خوشنودی کے علاوہ کسی کی مرضی کو پیش نظر نہ رکھو، یعنی

گو ہوا دشمن زمانہ ہو گر اے دل ہمیں
دیکھنا یہ ہے مزاج یار تو برہم نہیں

بلاشبہ وہ لوگ جو اخلاص وللّٰہیت، نور باطنی اور نیت کی پاکیزگی میں ''مقام عشق'' تک پہنچتے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں وہ ''مومن'' جو ''عشق الٰہی'' سے سرشار ہوتے ہیں، ان کا یہ عشق ان کے اعمال وافعال میں رنگ دوام پیدا کر دیتا ہے، اور چوں کہ عشق اصل حیات ہے۔ اس لئے اس پر فنا طاری نہیں ہو سکتی، ایسے مردان خدا کے نقوش ہمیشہ جگمگاتے ہیں، اور نشان منزل کا پتہ بتاتے ہیں، اقبالؒ اس راز حیات کو یوں آشکارا کرتے ہیں:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اُس پر حرام

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

افغانستان میں اب بھی ۱۵۰۰ ارامریکی موجود ہیں: انٹونی بلنکن

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے کہا ہے کہ افغانستان میں اب بھی ۱۵۰۰ ارامریکی شہری موجود ہیں، جنہیں نکالنا ہے۔ انٹونی بلنکن کا کہنا ہے کہ طالبان ۳۱ راگست کے بعد بھی ان امریکیوں اوران افغان شہریوں کو واپس آنے کی اجازت دینے پر رضا مند ہیں، جن کی زندگیوں کو خطرات لاحق ہیں، انہوں نے کہا کہ طالبان قیادت میں آئے تو افغان حکومت کے ساتھ اپنے مفادات کے تحت کام کریں گے۔ (یواین آئی)

مسلمان ناانصافی کے خلاف کھڑے ہوں: رجب طیب اردوغان

ترک صدر رجب طیب اردوغان نے دنیا کے تمام مسلمانوں سے ناانصافی کے خلاف کھڑے ہونے کی اپیل کی ہے۔ انادولو ایجنسی کے مطابق مسٹر اردوغان نے بدھ کو منعقدہ اسلامی تعاون یوتھ فورم (آئی سی وائی ایف) کی چوتھی جنرل اسمبلی کو ایک ویڈیو پیغام میں کہا کہ مسلمانوں کو اپنے امن اور بھلائی کے ساتھ تمام انسانیت کی سلامتی اور مستقبل کی ذمہ داری لینی چاہیے اوران کے خلاف ہونے والے ناانصافی پر آواز اٹھانی چاہئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو اسلاموفوبیا اور ثقافتی نسل پرستی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جبکہ شام اور افغانستان جیسے ممالک میں وہ ''جھڑپوں، ہجرت، غربت اور بیماری'' سے لڑ رہے ہیں۔ (یواین آئی)

ایران اور افغانستان کے درمیان تجارتی سرگرمیاں معمول پر

افغانستان میں طالبان کی لڑائی کے دوران ایران کے ساتھ سست پڑنے والی تجارتی سرگرمیاں اب معمول پر آ گئی ہیں۔ جمہوریہ ایران کے کسٹمز ایڈمنسٹریشن کے ترجمان سید روح اللہ لطیفی نے کہا کہ ایران کے ساتھ افغانستان کی تجارت گزشتہ ڈیڑھ مہینے کے عرصے میں ماہ رود سرحد پر ۲۴ گھنٹے، ڈوگرون سرحد پر تین دن اور ملک بارڈر پر تقریباً پانچ دنوں کے لئے بند ہوئی تھی۔ ۲۱ مارچ سے ۲۱ راگست کی مدت میں ایران سے افغانستان کو کی جانے والی برآمدات میں ۷ء۱۷ فیصد کی کمی آئی ہے۔ (یواین آئی)

شدید قحط سے دوچار مڈغاسکر میں لوگ کیڑے مکوڑے کھانے پر مجبور

اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ مڈغاسکر اس وقت ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے پیش آنے والے دنیا کے پہلے قحط کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ مڈغاسکر میں گذشتہ چار برسوں سے بارشیں نہیں ہوئیں اور اس وقت بھی اس ملک کی بیشتر آبادی تباہ کن حد تک بھوک اور خوراک کی قلت کا شکار ہے۔ گذشتہ چار دہائیوں پر محیط بدترین قحط نے ملک کے جنوب میں واقع زرعی آبادیوں کو تباہ کر دیا ہے اور وہاں کے رہائشی زندہ رہنے کے لیے کیڑے مکوڑے کھانے پر مجبور ہیں۔ عالمی ادارہ خوراک (ڈبلیو ایف پی) کی شیلی تھرکال کا کہنا ہے کہ ''یہ قحط جیسی صورتحال ہے جو کہ ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے ہے، جنگ کی وجہ سے نہیں۔'' اقوام متحدہ کا تخمینہ ہے کہ اس وقت ۳۰ ہزار لوگ عالمی سطح پر تسلیم شدہ شدید ترین غذائی قلت کے معیار سے بھی نیچے زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ کٹائی کے موسم سے پہلے مشکل حالات کی وجہ سے یہ تعداد کہیں زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ شیلی تھرکال کا کہنا ہے کہ اس قحط کی نظیر نہیں ملتی۔ مڈغاسکر کے باشندوں کا ماحولیاتی آلودگی بڑھانے میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ یہ فوسل فیولز (معدنیاتی ایندھن) نہیں جلاتے مگر پھر بھی انھیں ماحولیاتی تبدیلی کے بدترین مسائل کا سامنا ہے۔ حال ہی میں فندیوا نامی ایک گاؤں میں مقامی لوگوں نے عالمی ادارہ صحت کی ٹیم کو وہ ٹڈیاں دکھائی ہیں جو انھیں کھانی پڑ رہی ہیں۔ چار بچوں کی ماں ٹیمارا کا کہنا تھا کہ میں کیڑوں کو جتنا صاف کر سکتی ہوں کرتی ہوں، مگر پانی کی شدید قلت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اور میرے بچے گذشتہ آٹھ ماہ سے یہی کھا رہے ہیں کیونکہ ہمارے پاس کھانے کو اور کچھ نہیں ہے اور نہ ہی بارش ہو رہی ہے۔ (بحوالہ بی بی سی لندن)

مسجد الحرام میں زائرین کے لیے مزید ۷ دروازے مختص

حرمین شریفین انتظامیہ نے زائرین حرم کی سہولت کے لیے مزید ۷ دروازے کھول کر مختص کر دیے ہیں، سعودی پریس ایجنسی کے مطابق انتظامیہ نے کہا ہے کہ 'ایس او پیز کی پابندی کرتے ہوئے مزید دروازے کھولے جا رہے ہیں، زائرین حرم کو سہولت فراہم کرنے کے لیے مذکورہ دروازوں پر ایک سونگراں تعینات ہوں گے، انتظامیہ کے تحت حرم کے دروازوں کی نگراں کمیٹی کے سربراہ فہد المالکی نے کہا ہے کہ حرم مکی شریف میں نماز پڑھنے والوں کے لیے الگ دروازے مقرر کیے گئے ہیں'، ان میں جسر اجیاد، الشبیکہ، باب ۸۴، باب ۷۴، باب ۱۲۱ اور باب ۱۱۴ کے علاوہ باب ۹۱ کی برقی سیڑھیاں شامل ہیں، عمرہ زائرین کے لیے باب ملک فہد، باب اجیاد، باب الصفا، باب النبی، باب السلام، باب المروہ اور الارقم کی سیڑھیاں مختص کی گئی ہیں، حرم کے جس دروازے پر سبز بتی جل رہی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ یہاں زائرین کے لیے گنجائش موجود ہے، جب کہ دروازے پر سرخ بتی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حرم کے اس حصے میں مزید افراد کی گنجائش نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نمازوں کے فوراً بعد لوگوں کے نکلنے کا وقت ہوتا ہے، اس وقت حرم میں داخل ہونے کی کوشش نہ کی جائے۔ (یواین آئی)

دوران پرواز بچی کی پیدائش

افغانستان چھوڑ کر بیرون ملک جانے کے لیے امریکی طیارے میں سوار افغان خاتون نے دوران پرواز بچی کو جنم دیدیا، افغانستان میں طالبان کے کنٹرول کے بعد افغان عوام میں غیر یقینی کی صورتحال موجود ہے جس کے باعث ہزاروں افراد جلد سے جلد ملک چھوڑ کر بیرون ملک جانا چاہتے ہیں، امریکی افواج کے کنٹرول میں کابل ایئر پورٹ سے روزانہ متعدد پروازیں سیکڑوں غیر ملکی اور افغان شہریوں کو بیرون ملک لے کر جا رہی ہیں، جب کہ گزشتہ روز امریکی طیارے میں ایک افغان خاتون نے دوران پرواز بچی کو بھی جنم دیا ہے، امریکی ایئرفورس کی جانب سے سماجی رابطے کی سائٹ ٹوئٹر پر کہا گیا ہے کہ کابل سے اڑان بھرنے والے C-17 طیارے میں موجود افغان خاتون نے بچی کو جنم دیا تاہم انہیں کچھ مسائل کا سامنا تھا؛ لیکن جیسے ہی طیارہ جرمنی میں امریکی ایئر بیس پر اترا تو خاتون کو فوراً اسپتال منتقل کیا گیا جہاں افغان خاتون اور ان کی بیٹی خیریت سے ہیں۔ (یواین آئی)

تعلیم و روزگار

جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ٹیکنیکل و پروفیشنل طلبہ کیلئے اسکالرشپ

جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی نے جمعیۃ کی جانب سے ٹیکنیکل و پروفیشنل تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے لیے تعلیمی وظائف 2020-21 کا اعلان کیا ہے۔ واضح ہو کہ جمعیۃ علماء ہند نے اس فنڈ کے تحت گذشتہ بار 433 طلبہ کے درمیان 37.52 لاکھ روپے (سینتیس لاکھ باون ہزار) روپے بذریعہ چیک تقسیم کئے تھے۔ یہ وظائف میرٹ اور اقتصادی حیثیت کی بنیاد پر صرف ٹیکنیکل اور پروفیشنل تعلیم (ایم بی بی ایس، بی ڈی ایس، بی یو ایم ایس، بی اے ایم ایس، بی فارما، بی ای، ایم ٹیک، بی ٹیک، بی آرک، ایم آرک) کے طلبہ کو دیے جاتے ہیں، مزید اس کے اہل صرف وہی طلبہ قرار دیے جاتے ہیں جنھوں نے گذشتہ امتحان میں کم از کم 60 فی صد نمبرات حاصل کیے ہیں لیکن آخری سال کے طلبہ اس کے حق دار نہیں ہوں گے۔ سال رواں کے وظائف کے لیے ضرورت مند طلبا جمعیۃ کی ویب سائٹ www.jamiat.org.in پر لاگ ان کر کے فارم ڈاون لوڈ کریں اور اسے پر کر کے آخری تاریخ ۶ ستمبر ۲۰۲۱ء سے قبل جمعیۃ کے مرکزی دفتر جمعیۃ علماء ہند۔۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۲ کو ارسال کریں۔

بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایس بی آئی کا تعلیمی قرض

ایس بی آئی گلوبل ایڈ وینٹیج بیرون ملک پڑھنے والے طلبہ کے لیے تعلیمی قرض ہے، یہ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو غیر ملکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کل وقتی باقاعدہ کورسز کرنا چاہتے ہیں۔ اس اسکیم میں ریگولر پوسٹ گریجویٹ ڈگری، ڈپلومہ، سرٹیفکیٹ اور ڈاکٹریٹ کے کورسز شامل ہیں۔ طلبہ امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، کینیڈا، یورپ، جاپان، سنگاپور، ہانگ کانگ اور نیوزی لینڈ کے کالجوں/یونیورسٹیوں سے کسی بھی شعبے میں کورسز کو مکمل کر سکتے ہیں۔ کسی بھی طالب علم کے لیے 7.50 لاکھ سے 1.50 کروڑ تک قرض فراہم کیا جا سکتا ہے۔ خواتین درخواست دہندگان کے لیے خصوصی 0.50 فیصد رعایت کے ساتھ 8.65 فیصد شرح سود ہے، ادائیگی زیادہ سے زیادہ ۱۵ سالوں میں کی جا سکے گی۔

بیس ہزار گھروں کو بجلی دینے والی دنیا کی سب سے بڑی ونڈ ٹربائن

چینی کمپنی 'منگ یانگ اسمارٹ انرجی' نے اعلان کیا ہے کہ وہ اگلے سال سے دنیا کی سب سے بڑی ونڈ ٹربائن کے پروٹوٹائپ کی آزمائشیں شروع کرے گی جسے 2024ء تک تجارتی پیمانے پر فروخت کیلیے پیش کر دیا جائے گا، یہ ونڈ ٹربائن ساحل سے دور سمندر میں نصب کی جائے گی۔ مائی ایس ای 16.0-242 (MySE 16.0-242) کہلانے والی یہ ونڈ ٹربائن 242 میٹر (794 فٹ) بلند ہوگی اور سالانہ 80 میگاواٹ آور کی شرح سے بجلی بنا سکے گی۔

آسان الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ 25 سال تک اتنی بجلی پیدا کر سکے گی کہ جو 20 ہزار گھروں کی ضروریات پوری کرنے کیلیے کافی ہوگی، فی الحال دنیا کی سب سے بڑی ونڈ ٹربائن کا اعزاز امریکا کی ''ہیلی ایڈ ایکس'' کے پاس ہے جسے ''جنرل الیکٹرک'' نے تیار کیا ہے۔ 853 فٹ اونچی یہ ونڈ ٹربائن 2023 تک مکمل ہوگی جس کی ہر پنکھڑی یعنی ''بلیڈ'' کی لمبائی 107 میٹر (351 فٹ) ہوگی۔

واضح رہے کہ چین اس وقت دنیا میں ہوا سے بجلی بنانے والا سب سے بڑا ملک ہے جس نے 2020ء میں کورونا وبا کے باوجود ہوا سے بجلی کی پیداوار (ونڈ انرجی پروڈکشن) میں 71.6 میگاواٹ کا اضافہ کرتے ہوئے اسے 281 میگاواٹ تک پہنچایا۔

افغانستانی شہریوں کو صرف ای ویزا پر ہندوستان آنے کی اجازت

وزارت داخلہ نے افغانستان میں سکیورٹی کی تبدیل شدہ صورتحال کے پیش نظر فیصلہ لیا ہے کہ افغانستان کے شہریوں کو صرف ای ویزا کی بنیاد پر بھارت آنے کی اجازت دی جائے گی۔

وزارت داخلہ نے ایک بیان جاری کر کے کہا کہ افغان شہریوں کے پاسپورٹ گم ہو جانے کے تعلق سے رپورٹس آ رہی ہیں، اس کے پیش نظر افغانستان کے ان تمام شہریوں کو پہلے جاری کئے گئے تمام ویزے فوری طور پر منسوخ کیے جا رہے ہیں، جو ابھی بھارت میں نہیں رہ رہے ہیں۔ وزارت نے کہا ہے کہ بھارت آنے کے خواہشمند تمام افغان شہریوں کو ویزا کے لیے آن لائن درخواست دینی ہوگی، اس کی بنیاد پر انہیں ای ویزا جاری کیا جائے گا جس کے بعد وہ بھارت آ سکیں گے۔ (یواین آئی)

ضرورت برائے استاذ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ میں اخلاقیات و دینیات پڑھانے کے لئے ایک ایسے باصلاحیت و مستند عالم دین کی ضرورت ہے جو تدریس کے ساتھ ادارہ کے ہاسٹل کی نگرانی کی ذمہ داری بھی ادا کر سکیں۔

مورخہ 10-09-2021 تک امیدوار درخواست بھیج سکتے ہیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں مطلع کیا جائے گا، انٹرویو میں شامل ہونے کے لئے سند کی کاپی ساتھ لانا ضروری ہے۔

امیدوار حضرات درج ذیل پتہ، E-mail اور whatsapp پر بھی اپنی درخواست بھیج سکتے ہیں:

سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ پن کوڈ: 801505

Email: mmrmiti@gmail.com Website: www.mmrmti.in

رابطہ نمبر: (whatsapp) 0612-2555257, 9304924575

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا آن لائن اجلاس

اوقاف اور دیگر امور پر کئی اہم فیصلے

۱۴/اگست ۲۰۲۱ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا آن لائن اجلاس منعقد ہوا، بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صدارت فرمائی، اور کارگزار جنرل سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے میٹنگ کی نظامت کرتے ہوئے تلاوت کلام پاک کے بعد بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مرحوم ارکان کی تجویز تعزیت پیش کی اسکے بعد آپ نے گزشتہ چھ ماہ کی کارکردگی رپورٹ پیش کی جس میں خاص طور پر اصلاح معاشرہ کمیٹی، دارالقضا کمیٹی، سوشل میڈیا ڈیسک اور لیگل کمیٹی کے ذریعہ کی جانے والی کوششوں کا جائزہ اپنی رپورٹ میں پیش کیا جس پر تمام حاضرین نے اعتماد کا اظہار کیا، اس میٹنگ میں اتر پردیش انتظامیہ کی طرف سے مسجد غریب نواز ضلع بارہ بنکی کے انہدام کی سخت مذمت کی گئی اور بورڈ کے وکلاء اس سلسلہ میں جو قانونی جدوجہد کر رہے ہیں، اس پر اطمینان کا اظہار کیا گیا، بعض حلقوں کی طرف سے موجودہ قانون وقف کو ختم کر دینے کی جو بات کہی جا رہی ہے اور سیاسی وعدالتی سطح پر اس کی کوشش ہو رہی ہے، اجلاس نے اس کی سخت مذمت کی اور فیصلہ کیا کہ پُر امن طریقہ پر ایسی کوششوں کو ناکام کیا جائے، یہ بات بھی محسوس کی گئی کہ اوقافی جائیدادوں کے سلسلہ میں خود مسلمانوں کی جانب سے بھی بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں اور قیمتی اوقاف ضائع ہو رہے ہیں، اس سلسلہ میں تحفظ اوقاف کی تحریک چلائی جائے، مسلمانوں اور بالخصوص اوقاف کے متولیان کو متوجہ کیا جائے کہ وہ وقف کے ناجائز استعمال سے بچیں اور اوقاف کا تحفظ کریں، عنقریب اس سلسلہ میں بورڈ کی طرف سے ملک کے مختلف حصوں میں شعور بیداری پروگرام منعقد کئے جائیں گے، میٹنگ میں یہ بات بھی طے کی گئی کہ مسلم پرسنل لا سے متعلق بورڈ کا مرتب کیا ہوا دفعہ وار مجموعہ قوانین اسلامی جلد از جلد اردو اور انگریزی میں شائع کر دیا جائے، نیز بورڈ کی طرف سے لا جرنل کا اجراء کیا جائے جو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ہو، جس میں اقلیتوں سے متعلق دستور میں دی گئی ضمانتوں اور عدالتی فیصلوں کی وضاحت کی جائے، پرسنل لا سے متعلق شرعی قوانین کو آسان زبان میں لکھا جائے اور قانون شریعت کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، وہ دور کی جائیں، یہ میگزین انگریزی اور اردو دو زبانوں میں ہوگا اور ان شاء اللہ عنقریب اس کا اجراء عمل میں آئے گا، صدر بورڈ نے اپنے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ ہمیں خود اپنے آپ پر شرعی قوانین کو نافذ کرنا چاہئے، غلط اور ظالمانہ رسوم سے بچنا چاہئے اور ہر مرحلہ پر اتحاد واتفاق کا ثبوت دینا چاہئے۔

امارت شرعیہ سے منسلک ہوکر ملی خدمات انجام دینے کے خواہش مند متوجہ ہوں

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ قوم وملت کا ایک عظیم سرمایہ اور اہم دینی، تعلیمی، سماجی وفلاحی سو سالہ قدیم ادارہ ہے، جس کی خدمات کی روشن اور تابناک تاریخ ہے، بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ علیہ نے جن شعبوں پر امارت شرعیہ کی بنیاد رکھی تھی ان میں دو اہم شعبے تبلیغ وتنظیم بھی شامل ہیں، امیر شریعت اول بدر الکاملین حضرت مولانا شاہ بدر الدین قادریؒ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ سے لے کر اب تک کے تمام امراء شریعت نے اس شعبہ پر خصوصی توجہ فرمائی، حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی دامت برکاتہم نے حالات اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے تمام اضلاع اور علاقوں کے لئے بڑی تعداد میں دعاۃ اور مبلغین بحال کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ ہر علاقہ میں بروقت اسلام کی صحیح روشنی اور امارت شرعیہ کا پیغام ان تک پہنچ سکے اور تنظیم کا استحکام ہو، وہاں کے لوگ اسلامی تشخص اور شعار کے ساتھ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں اور انکی مختلف فتنوں سے حفاظت ہو سکے، حضرت نائب امیر شریعت صاحب کی ہدایت کو بروئے کار لانے کی غرض سے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے اعلان کیا ہے کہ جو حضرات علماء امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ وتنظیم سے منسلک ہوکر قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دینا چاہتے ہوں وہ جلد اپنی درخواست ناظم امارت شرعیہ کے نام مرکزی دفتر امارت شرعیہ میں ارسال کر دیں، درخواست صاف اور اپنی تحریر میں لکھیں، نیز اپنا مکمل پتہ اور موبائل نمبر بھی ضرور تحریر کریں، تعلیمی اسناد کی عکسی کاپی بھی درخواست کے ساتھ بھیجیں۔ درخواست بذریعہ ڈاک، ای میل اور وہاٹس ایپ بھیج سکتے ہیں، پتہ اور نمبرات درج ہیں، درخواست بھیجنے کے بعد دیئے گئے نمبرات میں سے کسی سے رابطہ کر کے درخواست بھیجنے کی اطلاع دے کر انٹرویو کے سلسلہ میں معلومات حاصل کر لیں۔

بذریعہ ڈاک درخواست بھیجنے کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ 801505

ای میل tanzimimaratshariah@gmail.com.

وہاٹس ایپ نمبر:9939088124-8002105787-7250667423

اتحاد ملت کانفرنس نئی دہلی میں لیا گیا عہد نامہ اور قرارداد

عہد نامہ

علماء وقائدین کرام نے مندرجہ ذیل عہد نامے پر دستخط ثبت کیا۔ (۱) ہم سب کلمہ طیبہ کی اساس پر اتحاد ملت کو فروغ دیں گے اور ملت کے مشترکہ مسائل کے لیے متحدہ جدوجہد کریں گے۔

(۲) ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، امہات المؤمنینؓ اور اہل بیت کا احترام ملحوظ رکھیں گے اور ایسی باتوں سے بچیں گے، جو ان کی شان میں تنقیص کا موجب ہوں۔

(۳) جو گروہ اپنے آپ کے بارے میں، جن عقائد کا اقرار کرتا ہے اور وہ اپنی جو رائے ذکر کرتا ہے، اسی کو ان کا حقیقی نقطۂ نظر باور کریں گے۔ ہم ان کی طرف اس سے مختلف ایسی رائے کی نسبت کرنے سے گریز کریں گے، جس سے ان کو انکار ہو۔

(۴) اس بات کا خیال رکھیں گے کہ دوسرے نقطۂ نظر کے حاملین، جن بزرگوں سے عقیدت وارادت کا تعلق رکھتے ہیں، علمی وفکری مباحث کے درمیان ان کے بارے میں ایسی بات نہ کی جائے جو دل آزاری کا باعث بنے۔

(۵) مسالک کے اختلاف کی گفتگو کو درسی اور علمی محفلوں تک محدود رکھیں گے، عوام میں حتی الامکان ایسے مسائل کو لانے سے اجتناب کریں گے اور اگر ایسے مسائل عوام میں لانا ضروری سمجھیں تو آداب اختلاف کو ملحوظ رکھیں گے اور داعیانہ اسلوب سے کام لیں گے۔

(۶) ہم اپنی تحریروں میں اختلاف رائے کو اعتدال اور دوسرے فریق کی بے حرمتی سے اجتناب کی رعایت کرتے ہوئے پیش کریں گے۔

(۷) ملت اسلامیہ کے جو مشترکہ مسائل ہیں، ہم انھیں متحدہ طور پر مرکزی وریاستی حکومتوں، سیاسی جماعتوں اور برادران وطن کے سامنے پیش کریں گے۔

(۸) ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ مسلکی اختلاف مسلمانوں کے لیے سیاسی اعتبار سے نقصان اور بے وزنی کا سبب نہ بنے اور ہم پوری طرح اجتماعیت کا ثبوت دیں گے۔

(۹) اگر کبھی مختلف مسلکوں سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے تو ہم کوشش کریں گے کہ باہمی توافق اور صلح کے ذریعے مسئلہ حل ہو جائے، پولیس کیس اور مقدمہ بازی کی نوبت نہ آئے اور اعدائے اسلام ہمارے اختلاف سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

قرارداد

مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں اور اہم ملی تنظیموں کے ذمہ داروں کا یہ نمائندہ اجلاس طے کرتا ہے کہ:

(۱) ملت کا اتحاد واتفاق تو ہر دور میں ضروری رہا ہے، لیکن موجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے، اس لئے تمام برادران اسلام بالخصوص مختلف مسالک کے رہنماؤں اور ملی تنظیموں کے ذمہ داروں کا فریضہ ہے کہ وہ اتحاد واتفاق کو فروغ دیں، اس کے لئے ممکنہ تدابیر کو اختیار کریں، جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مختلف مسالک ومشارب کی اہم شخصیات کی وفات یا کسی بڑی حصولیابی کے موقعے پر کمیٹی کی جانب سے تعزیتی/تہنیتی جلسہ منعقد ہو، تاکہ آپسی محبت کا ماحول قائم بھی ہو اور باقی بھی رہے۔ نیز ایسی باتوں سے اپنے آپ کو بچائیں جو دوسرے مسلک ومشرب کے لیے دل آزاری کا سبب بنے، ملت اسلامیہ کے مشترکہ مسائل کے لئے مل جل کر جدوجہد کریں، اور فرقہ پرست عناصر کی طرف سے مسلمانوں کے درمیان نفرت اور اختلاف پیدا کرنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ (۲) مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین وایمان پر ثابت قدم رہیں، چاہے کتنے ہی مادی نقصان سے دوچار ہونا پڑے اور جان ومال یا عزت وآبرو کو خطرہ درپیش ہو، جیسے ہمارے بزرگوں نے ہر طرح کے حالات میں صبر واستقامت کا ثبوت دیا ہے، ہم بھی اس پر قائم رہیں، اور نئی نسل کو بھی اس کی تلقین کریں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو عقیدہ توحید کی اہمیت، شریعت اسلامی کی نافعیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی اور پکی محبت اور قرآن وحدیث پر اٹوٹ یقین، نیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے احکام کے انسانی عقل کے مقابلہ حاکم اور بالاتر ہونے کا عقیدہ ان کے ذہنوں میں راسخ کر دیں، یہاں تک کہ نہ خوف ان کے قدموں میں لرزش پیدا کرے اور نہ حرص وطمع ان کو اپنے موقف سے ہٹا سکے۔ (۳) اسلام میں ہمسایہ قوموں کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور بہتر برتاؤ کی تعلیم دی گئی ہے، اس لئے ہم تمام برادران وطن سے تعلقات کو بہتر بنانے اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی مشترکہ طور پر کوشش کریں اور اس کے لیے برادران وطن کے مختلف طبقات کے ساتھ ان کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے مذاکرات کریں، انسانی مسائل کو حل کرنے میں نہ صرف برادران وطن کے ساتھ مل کر کام کریں، بلکہ اس میں پیش پیش رہنے کی کوشش کریں، ناانصافی کسی بھی طبقہ کے ساتھ ہو اس کو روکنے کی جدوجہد میں شامل ہوں، اور مظلوموں کا سہارا بنیں، آفات سماوی کے موقع پر خدمت خلق کے کام کو خصوصی اہمیت دیں اور ایک داعی امت کا کردار ادا کریں۔ (۴) یہ اجلاس ملت کے تمام افراد، خصوصا نوجوانوں کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ مایوسی سے دور رہتے ہوئے ہمت وحوصلے کے ساتھ زندگی گزاریں اور یاد رکھیں کہ ہمارے ملک کا دستور ہمیں اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے اپنے دفاع کا حق دیتا ہے۔ اس لیے ہمیں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے سماج دشمن عناصر اور لاقانونیت کا راستہ اختیار کرنے والے افراد کا پوری قوت سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ (۵) ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو ملک وقوم کے لئے نافع بنائے اور کوشش کرے کہ معاشرہ میں اس کی نافعیت محسوس کی جائے، اس کے لیے مسلمان طلبہ وطالبات کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تعلیم کے ایسے شعبوں پر خصوصی توجہ دیں جن کے ذریعہ سوسائٹی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، مظلوموں کی مدد کی جا سکتی ہے، ملک میں امن وامان کی فضا قائم کی جا سکتی ہے، اس لئے ان کو سائنس، ٹکنالوجی، تاریخ اور قانون کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ (۶) درج ذیل افراد پر مشتمل "مرکزی کمیٹی برائے وحدت ملت" تشکیل دی جاتی ہے، جو اس کانفرنس کی قرارداد کو روبہ عمل لانے کے لیے حسب ضرورت قدم اٹھائے:

(۱) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (۲) مولانا سید ارشد مدنی (۳) مولانا محمد سفیان قاسمی (۴) مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی (۵) مولانا سید محمود مدنی (۶) جناب سید سعادت اللہ حسینی (۷) مولانا محمد عبداللہ مغیثی (۸) ڈاکٹر محمد منظور عالم (۹) مولانا سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی ندوی (۱۰) مولانا سید نثار آغا (حیدرآباد) (۱۱) ڈاکٹر عزیز بھائی صاحب قطب الدین (۱۲) مولانا عبدالحمید نعمانی (۱۳) مولانا عبید اللہ خاں اعظمی (۱۴) مولانا سید اطہر علی (۱۵) مولانا خلیل الرحمان سجاد نعمانی (۱۶) ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالہ (۱۷) جناب عبدالرشید چودھری (۱۸) مولانا ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (۱۹) مولانا خالد رشید فرنگی محلی (۲۰) پروفیسر شمیم الدین احمد منعمی (۲۱) پروفیسر سید علی محمد نقوی (۲۲) ڈاکٹر ظہیر قاضی (۲۳) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (کنوینر کمیٹی) (۲۴) مولانا انیس الرحمن قاسمی (جوائنٹ کنوینر) (۲۵) مولانا شاہ اجمل فاروق ندوی (جوائنٹ کنوینر) یہ کمیٹی ہر سال وحدت ملت کانفرنس منعقد کرے اور مختلف مسلک ومشرب کے نمائندہ اداروں کو اس کی میزبانی کے لیے تیار کرے، تاکہ اتحاد کی عملی شکل عام مسلمانوں کے سامنے آئے۔

Scanned with CamScanner

مسلم دور حکومت میں مسلمانوں کی تعلیمی حالت

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ جوں جوں مساجد کی تعداد بڑھی، مدارس ومکاتب کی تعداد بھی بڑھی۔ ہر مسجد میں مکتب یا مدرسہ کی بنیاد پڑی اور مسلم آبادی میں مدارس کا وجود یقینی بن گیا۔ گرچہ ہندوستان میں دینی تعلیم کی ابتداء 711 عیسوی میں محمد بن قاسم کی آمد سے ہوئی تھی جسے 757 عیسوی میں قندھار کی بندرگاہ میں پہلی مسجد کی تعمیر سے تقویت ملی اور 1011 عیسوی میں محمود غزنوی کی آمد سے اس کام میں تیزی آئی۔ ہندوستان میں مسلمان وسطی اور شمالی ایشیا سے آئے اور اپنے ساتھ وہاں کی زبان، مسلک اور کسی حد تک نصاب تعلیم کے اجزاء بھی ساتھ لائے جن پر عجمی علماء اور ایرانی مفکرین کی گہری چھاپ تھی۔ وہ اپنے ساتھ فقہ حنفی لائے اور دوسرے مسالک سے بے اعتنائی برتی۔ فقہ، منطق اور فلسفہ کو رواج دیا۔ نتیجہ میں قرآن وحدیث سے دوری ہوگئی اور تحقیق وجستجو کی راہیں تنگ ہوگئیں۔

مورخین بتاتے ہیں کہ 1191ء میں محمد غوری نے اجمیر فتح کیا اور وہاں خوشی میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، تاکہ اس کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔ بہرحال مسلمانوں کی تعلیمی نظام کی باقاعدہ ابتدا قطب الدین ایبک (م:1201ء) سے ہوتی ہے جس کے دور حکومت میں سینکڑوں مسجدیں درس وتدریس کا مرکز بن گئیں۔ جہاں عبادت الٰہی کے ساتھ دینی اور رائج علوم کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ درس وتدریس کا کام مساجد کے علاوہ علماء ومشائخ کی رہائش گاہوں میں بھی ہوتا تھا، خانقاہوں، امراء کی حویلیوں اور اصحاب علم کے دروازوں پر بھی ہوتا تھا اور ہر علم پسند مسلمان دنیاوی مشاغل سے وقت نکال کر درس وتدریس میں گزارتا تھا، اس سے مسلمانوں کے اندر دینی، روحانی اور علمی بیداری تھی اور علم کے پیاسے فقیرانہ شان کے ساتھ علم کے نور سے منور ہوتے تھے، ملتان، لاہور، پٹنہ، جون پور، دہلی، آگرہ اور سورت جیسے شہروں میں علم کا چراغ جل رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات زندہ تھیں اور علم کی روشنی پھیل رہی تھی۔

تاریخ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قطب الدین ایبک ایک سخی انسان تھے، علماء، مشائخ اور دانشوروں کی قدر کرتے تھے۔ معاملات میں سخاوت دکھاتے تھے اور داد ودہش میں حاتم طائی تھے۔ مدرسہ معزی کا ذکر باربار آتا ہے۔ یہ ایک تاریخی درسگاہ تھی، جسے حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور دور دور کے طلباء مستفید ہوتے تھے۔ ناصر الدین قباچہ نے ایک مدرسہ ملتان میں قائم کیا تھا، التمش (م:633ء) نے دہلی اور بدایوں میں کئی مدارس تعمیر کرائی تھی، وہ علماء اور طلباء کی دل جوئی کرتے تھے۔ مدرسہ ناصریہ دہلی کا ایک مشہور دینی مدرسہ تھا جسے التمش نے تعمیر کرائی تھی۔ جس سے التمش کی علم دوستی اور دینی جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ ملتان کا مدرسہ فیروزی بھی اسی بادشاہ کا مرہون منت تھا۔ بادشاہ کو فارسی زبان کی ترقی اور کتابیں تحریر کرانے کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ فارسی زبان کا پہلا تذکرہ ''لباب الالباب'' 1235ء میں التمش کے دور حکومت میں لکھا گیا۔

خلجی بادشاہوں نے بھی علم کی اشاعت میں حصہ لیا وہ عالموں کی قدر کرتے تھے۔ علماء وفضلاء کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ مشائخ کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ درس وتدریس میں دلچسپی دکھاتے تھے۔ تعلیم کے لئے وظیفے دیتے تھے۔ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں دہلی فقہاء کا مرکز تھا، مذہبی امور میں صوفیہ کی حکمرانی تھی اور علم حدیث کی طرف توجہ برائے نام تھی، اسی بادشاہ کے زمانہ میں (1315ء میں) فارسی زبان کی ایک فرہنگ ''فرہنگنامہ فخر قواس'' تحریر کی گئی جو ہندوستان کی پہلی فارسی فرہنگ تھی، اس زمانہ کے مشہور علماء وفضلاء میں خواجہ حسن، مولانا مغیث الدین، امیر ارسلان اور امیر خسرو قابل ذکر ہیں۔

محمد تغلق کا دور حکومت بھی قیام مدارس اور اسلامی تدریس کے لئے مشہور تھا۔ وہ خود ایک عالم اور ماہر طبیب تھے۔ منطق اور فلسفہ میں مہارت رکھتے تھے، علماء سے عقیدت رکھتے تھے، ان کو درباریوں میں شامل کر رکھا تھا، ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کی نصیحتوں اور مشوروں کو قبول کرتے تھے، ایک دوسرے بادشاہ فیروز شاہ نے تیس سے زائد مدارس میں کتب خانے قائم کئے، علماء وطلباء کی ہمت افزائی کی، دینی تعلیم کی کفالت کی، علم کی ترویج واشاعت کے لئے ان کی دل جوئی کی۔ اس زمانہ میں مدارس، کتب خانے اور درس وتدریس کے اخرجات شاہی خزانے سے پورے کئے جاتے تھے، علماء، مشائخ اور فقہاء کے نجی مدرسے الگ تھے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ صرف جونپور میں 29 دینی مدارس تھے، جونپور کی اٹالہ مسجد سے ملحق ایک بڑا مدرسہ تھا اور لکھنو میں مدرسہ فرنگی محل بھی ایک مشہور دینی تعلیم گاہ تھی۔

سلطان سکندر لودی (عہد حکومت: 1517-1489ء) اسلامی درس وتدریس میں بے انتہا دلچسپی لیتے تھے۔ علماء اور طلباء کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتے تھے، علماء کی نہ صرف قدر کرتے تھے بلکہ بعض علماء کے درس میں شریک ہوتے تھے، اس زمانہ میں کٹیھار اور بدایوں علم کے مراکز تھے وہاں علم کی زبردست کشش تھی۔ ترویج علم کا جذبہ عروج پر تھا، اسی زمانہ میں فوجی افسروں کے لئے تعلیم لازمی کردیا گیا تھا، سکندر لودی کے زمانہ میں منطق، فلسفہ اور علم کلام کو شامل نصاب کیا گیا، شیخ محمد اکبر محی الدین ابن عربی کا وحدت الوجودی نظریہ صوفیاء کرام میں مقبول تھا، ان کی کتاب ''فصوص الحکم'' کی تقریباً بیس معیاری شرحیں صوفی علماء نے لکھی ہیں جو دینی مدارس میں تصوف کے موضوع پر شامل نصاب ہیں۔

اس دور میں مدرسہ شمس الدین التمش، مدرسہ سلطان علاء الدین، مدرسہ قلعہ خرم آباد، مدرسہ حوض خاص، مدرسہ دارالبقاء اور مدرسہ سکندر مشہور تھے اور درس وتدریس کے لئے دور دور سے علماء بلائے جاتے تھے، طلباء اور خواص بھی ان مشہور علماء کے درس میں شریک ہوتے تھے، اس زمانہ میں فقہ اور معقولات پر زیادہ دھیان دیا جاتا تھا، اور احادیث کی تعلیم پر قدرے بے توجہی تھی، اس دور کے نصابی کتابوں اور نصاب تعلیم کا تفصیلی ذکر تو کہیں نہیں ملتا، ہاں تاریخی کتابوں میں جو پائی جاتی ہیں، ان سے مندرجہ ذیل مضامین اور کتابوں کے درس دیئے جانے کا پتہ چلتا ہے۔ ان تمام کتابوں اور فنون کو یکجا کرنے سے نصاب تعلیم کی صورت کچھ یوں بنتی ہے۔

۱:۔فقہ اور اصول فقہ: ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، حسامی (اس کی ایک شرح غایۃ التحقیق) قدوری اور مجمع البحرین کی المنار عہد اکبری سے پہلے پڑھائی جاتی تھی۔
۲:۔قواعد صرف ونحو: میزان، کافیہ، مفصل
۳:۔تصوف: عوارف المعارف، مقدمہ شرح لمعات، شرح رباعیات جامی،
۴:۔منطق: شرح شمسیہ، شرح مطالع، صغریٰ کبریٰ، ایساغوجی قطبی، شمس بازغہ
۵:۔ریاضی وہیئت: قوشجیہ، شرح چغمنی
۶:۔تفسیر: جلالین، کشاف، مدارک، بیضاوی،
۷:۔حدیث: مشارق انوار، مشکوۃ المصابیح، شمائل ترمذی، بخاری شریف
۸:۔علم، علم معانی وبیان: مفتاح العلوم (سکاکی) مختصر اور مطول
۹:۔عربی ادب: مقامات حریری
۱۰:۔کلام: شرح صحائف، شرح عقائد نسفی، شرح مواقف بعض مدارس میں تمہید عبدالشکور سالمی
۱۱:۔فلسفہ: شرح ہدایۃ الحکمت
۱۲:۔طب: موجز القانون

تمام دینی مدارس میں فارسی ایک زبان کی حیثیت سے داخل نصاب تھا۔ بہمنی سلطان فیروز (1422-1397) نے دولت آباد سے متصل ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی، عادل پور، برہان پور اور تاپتی ندی کے کنارے خاندیش کے فاروقی بادشاہوں نے دینی تعلیم گاہیں قائم کیں، محمود گاواں نے بھی بیدر میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کے ساتھ ایک لائبریری بھی تھی حکومت بیجاپور کے بانی عادل شاہ نے بھی ایک مدرسہ کی تعمیر کی جس کے صدر مدرس امیر فتح اللہ شیرازی مقرر کئے گئے تھے، محمود شاہ نے 1378 میں ایک مدرسہ قائم کیا، تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خاندیش، بیدر، بیجاپور، گلبرگہ، گولکنڈہ، اور دولت آباد میں دینی مدارس کا جال بچھا ہوا تھا، جن میں عقائد، تاریخ، تفسیر، حدیث، تصوف، نجوم اور ادب شامل نصاب تھیں، ان مدارس کے کل اخراجات شاہی خزانے سے پورے کئے جاتے تھے۔

قلی قطب شاہ نے حیدرآباد کی مشہور عمارت چارمینار میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، گولکنڈہ کے مشہور قلعہ کے باہر بھی ایک مدرسہ کھولا گیا تھا، جنوبی ہند کا احمد نگر، گجرات ہندوستان کے اور علاقوں کے مقابلہ میں تعلیمی طور پر پس ماندہ نہیں تھا، بلکہ تعلیمی مرکز کی حیثیت سے پورے ہندوستان میں مشہور تھا، احمد نگر میں برہان نظام الدین شاہ نے شیعہ فرقہ کے لئے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی، گجرات میں خاص احمد آباد کے چند مدارس اور کتب خانے یہ تھے: کتب خانہ مدرسہ ہدایت بخش، کتب خانہ مدرسہ ولی اللہ، کتب خانہ سیفیہ، کتب خانہ سلیمانی، کتب خانہ غوثیہ، احمد شاہ کا کتب خانہ، کتب خانہ عثمان پارہ، علامہ شاہ وجیہ الدین علوی کا کتب خانہ۔ احمد آباد کے بعض مدرسوں کے نام یہ تھے: مدرسہ شمع برہانی، مدرسہ شاہ عالم، مدرسہ عالیہ علویہ، مدرسہ ہدایت بخش، مدرسہ اعظم، مدرسہ سیف خاں اور مدرہ ولی اللہ وغیرہ۔ گجرات کے بہرائچ میں علاقہ کا پہلا دینی مدرسہ قائم کیا گیا تھا اور علم کے شائقین اس سے مستفید ہوتے رہے تھے۔

ان مذکورہ علاقوں کے دینی مدارس کی تاریخ پڑھنے سے ایک بات کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ سارے مدارس دارالسلطنت یا ریاست کے بڑے شہروں میں کھولے جاتے تھے۔ دور دراز مقامات، دیہات، گاؤں اور پہاڑی علاقوں کے عوام ان علماء کے درس سے محروم رہتے تھے۔ بادشاہ، شہزادے، شہزادیاں، امراء اور اعلیٰ طبقات کے لوگ علماء سے استفادہ کرتے تھے، کئی زبانوں کے ماہر علمی سمندر میں غوطہ لگاتے تھے، لیکن سماج کے مسلم عوام کی تعلیم طہارت، نماز، روزہ اور قرآن کریم کی چند سورتوں کو زبانی حفظ کرلینے تک محدود تھی، ایک انصاف پسند تجزیہ نگار ہندوستان کی دینی مدارس کی تاریخ میں نقص پاتا ہے اور علم کی ترویج کو اعلیٰ طبقات تک ہی سمٹا پاتا ہے، اگر حکومت وقت نے مسلم عوام میں تعلیم کے رواج کو بڑھایا ہوتا تو دور حاضر کے مسلمانوں کو بہت سے مسائل ترکہ نہ ملتے۔

ہمیں اس وقت کے مدارس کی تاریخ میں دوسری کمی یہ ملتی ہے کہ دینی مدارس کے نام تفصیل کے ساتھ نہیں ملتے اور نہ نصاف تعلیم کا ایک منظم نظام ملتا ہے، اب ہم ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے مدارس کا ذکر کرتے ہیں:

کشمیر میں بے شمار دینی مدارس تھے جہاں علم کی ترویج پر بڑا زور تھا، صرف ٹھٹھ میں تقریبا چار سو دینی مدارس کا جال بچھا ہوا تھا، ہندوستان کے پوربی علاقہ میں ڈھاکہ، ندیا، رنگپورہ، لکھنوتی، گوڑ، عمرپور ایسے مقامات تھے، جہاں دینی مدارس قائم تھے اور وہاں کے علماء سے طلباء استفادہ کرتے تھے، بردوان میں بُھار کے مقام پر ایک مدرسہ مشہور کتب خانہ تھا جس کے بند ہوجانے کے بعد وہاں قیمتی کتابیں امپریل لائبریری کلکتہ کو منتقل کردی گئیں۔

مذکورہ مدارس میں صرف دینی تعلیمات نہیں دی جاتی تھی، بلکہ زبان وادب کے ساتھ حساب، جیومیٹری کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، اور یہ ہندوستان کا پہلا علاقہ تھا جہاں کے دینی مدارس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی زانوئے ادب ٹیکتے تھے اور استاد کی خدمت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان میں خاکہ نگاری کا آغاز

احمد علی جوہر

اردو ادب میں خاکہ نگاری ایک منفرد، مقبول اور ترقی یافتہ صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ابتدائی نقوش اردو کے قدیم تذکروں میں ملتے ہیں۔ محمد حسین آزاد کی ''آب حیات' میں خاکہ نگاری کے بعض عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مگر باضابطہ اس صنف کا آغاز بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریروں سے ہوا۔

خاکہ انگریزی لفظ ''SKETCH'' کا مترادف ہے۔ جس کے لفظی معنی اس نقشہ کے ہیں جو صرف حدود کی لکیریں کھینچ کر بنایا جائے یا ڈھانچہ تیار کیا جائے۔ اصطلاحی معنوں میں خاکہ سے مراد وہ نثری تحریریں ہیں جن میں کسی شخصیت کی مرقع کشی کی گئی ہو۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ خاکہ نگاری شخصیت کی عکاسی کا فن ہے۔ جس میں خاکہ نویس کسی شخص کی زندگی سے متعلق اہم اور مخصوص حالات و واقعات، اس کی منفرد خصوصیات، ظاہری و باطنی اوصاف، عادات و اطوار، حرکات و سکنات، اس کے حلیہ، لباس، رہن سہن اور طرزِ گفتگو کو ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اس کی نفسیات، مزاج، افتادِ طبع پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے کہ اس انسان کی پوری شخصیت، جیتی جاگتی، چلتی پھرتی قاری کی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ خاکہ شخصیت کی دلکش تصویر کشی کا نام ہے مگر ضروری ہے کہ یہ تصویر جاذب نظر اور دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقت سے دور نہ ہو اور زندگی اور اس کی حرکت و حرارت سے بھرپور ہو۔ اس لیے خاکہ نگار کو چاہئے کہ وہ شخصیت کو بغیر کسی مبالغہ آرائی اور جانبداری کے پیش کرے اور اس کے بیان میں تعریف و تنقیص یا مدح سرائی سے کام نہ لے بلکہ حقیقی اور ہمدردانہ انداز اپنائے۔

خاکہ ایک ادبی صنف ہے۔ دوسری ادبی اصناف کی طرح اس کے بھی فنی لوازمات ہیں جن کی پابندی کرنا خاکہ نگار کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ خاکہ کے فنی لوازمات جسے ہم اس کے اجزائے ترکیبی بھی کہہ سکتے ہیں یہ ہیں۔ (۱) اختصار، (۲) وحدت تاثر، (۳) کردار نگاری، (۴) واقعہ نگاری، (۵) منظر کشی، (۶) زبان و بیان۔

اختصار:

خاکہ کا ایک اہم وصف ایجاز و اختصار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاکہ میں کسی بھی شخص کی زندگی کے چند منفرد، انوکھے اور اہم واقعات کو فن کارانہ انداز میں بیان کرکے اس کے جیتے جاگتے کردار، اس کی سیرت کی جھلکیوں اور اہم خط و خال کو نمایاں کیا جائے۔ اختصار کا یہی وصف خاکے کو مرقع اور سوانح سے ممتاز کرتا ہے۔ اختصار کی اس خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے طویل خاکے بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ خاکہ میں کبھی بھی غیر ضروری واقعات اور بے جا طویل مباحث و مسائل کو بیان کرکے اسے بے جان واقعات کا پشتارہ اور ثقالت اور غیر دلچسپی کا حامل نہیں بنانا چاہئے۔ اہم اور انوکھے واقعات کا انتخاب، اس کی عمدہ ترتیب اور اس کا دلکش اندازِ بیان خاکہ کو کامیاب بناتا ہے۔

وحدت تاثر:

خاکہ کا ایک اہم جز وحدت تاثر ہے۔ خاکہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہاں وحدت تاثر سے مراد یہ ہے کہ خاکہ نگار شروع سے آخر تک فنی ہنرمندی سے واقعات کی کڑی سے کڑی ملائے اور ربط و تسلسل بنائے رکھے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خاکہ نگار تمہید، درمیانی حصے اور خاتمے کو اس خوبی سے ایک دوسرے میں پیوست کرے کہ ایک خاص تاثر شروع سے آخر تک قائم رہے۔ خاکہ نگار کی کوشش قاری کے ذہن پر اپنے موضوع کا واحد تاثر مرتسم کرنا ہوتا ہے مگر کہیں یہ نقش دھندلا ہوتا ہے اور کہیں گہرا۔ تاثر کا نقش جتنا گہرا ہوگا خاکہ اتنا کامیاب سمجھا جائے گا۔

کردار نگاری:

کردار نگاری، فن خاکہ نگاری کا ایک لازمی جز ہے۔ خاکے کا موضوع کوئی نہ کوئی شخصیت ہوتی ہے۔ یہ شخصیت اپنی انفرادی خصوصیات رکھتی ہے۔ ان خصوصیات کو اجاگر کرنا ہی دراصل خاکہ نگاری کا اہم منصب ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے کردار، خاکے کا ایسا بنیادی جز ہے جس کے بغیر خاکے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

واقعہ نگاری:

خاکے کی تعمیر میں واقعات سے مدد لی جاتی ہے مگر خاکے میں واقعات کی بہتات نہیں ہونی چاہئے۔ کسی بھی شخصیت سے متعلق وہی اہم اور منفرد واقعات بیان کیے جانے چاہئیں جس سے موضوع کی شخصیت کے چھپے ہوئے گوشے سامنے آئیں اور اس کی انفرادیت نمایاں ہو۔ اس لیے خاکہ میں واقعات کا انتخاب، اس کے بعد ان میں ربط و تسلسل اور توازن کا سلیقہ بے حد ضروری ہے تاکہ قاری ان کے شامل ہونے سے الجھن محسوس نہ کرے۔ خاکے میں واقعات کو دلکش انداز میں بیان کیا جانا چاہئے، کیوں کہ خاکے کی دلچسپی اور اثر انگیزی کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر ہوتا ہے کہ واقعات کو کس ڈھنگ سے بیان کیا گیا ہے۔ بیان ایسا ہونا چاہئے کہ پڑھنے والے کو واقعہ اپنی نظروں کے سامنے ہوتا ہوا دکھائی دے۔

منظر کشی:

منظر کشی بھی خاکہ نگاری کا ایک اہم جز ہے۔ کسی چیز، کسی حالت یا کسی کیفیت کا بیان اس انداز سے کیا جائے کہ اس کی تصویر قاری کی آنکھوں کے سامنے پھر جائے، اس کا نام منظر کشی ہے۔ جیسے دریا کی روانی، جنگل کی ویرانی اور صبح کی شگفتگی وغیرہ کا بیان اس طرح ہو کہ وہ منظر نظروں کے سامنے گھوم جائے اور مدت تک ذہن پر اس کا نقش رہے۔

زبان و بیان:

ادب کی کوئی صنف ہو اس میں زبان و بیان کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال خاکے کا ہے۔ یہ بیانیہ نثری صنف ہے۔ اس میں زبان و بیان کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی کے سہارے خاکہ نگار کسی شخص کو چلتا پھرتا، ہنستا بولتا دکھاتا ہے۔ وہ واقعات میں جان پیدا کرنے اور کردار کو حرکت میں لانے اور احساس کے قابل بنانے کے لیے الفاظ ہی کا سہارا لیتا ہے۔ خاکہ نگار کو اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے موزوں الفاظ، حسین تشبیہات، دل کش استعارات اور دوسری صنعتوں سے مدد لینی پڑتی ہے تاکہ حقیقی شخصیت بھی ابھر کر سامنے آئے اور خاکہ میں ادبی لطف و چاشنی بھی پیدا ہو۔ خاکہ نگار کو چاہئے کہ وہ ایسا انداز بیان اختیار کرے جس کے ذریعے شخصیت کا ہلکا سا تعارف یا لمحہ بھر کی زیارت کا نقش قاری کے دل و دماغ پر ثبت کردے۔ اس کے علاوہ خاکہ میں یہ ضروری ہے کہ واقعات کے بیان کا انداز اور اسلوب حقیقی ہوتے ہوئے بھی ایسا حسین و دلکش ہو جو پڑھنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرلے اور اپنا اسیر بنالے۔

خاکہ نگاری کے فنی آداب:

خاکہ شخصیت کی تصویر کشی کا فن ہے۔ یہ فن چند فنی لوازم کا متقاضی ہے۔ جیسے اس میں اختصار، حقیقی واقعات کا بیان، واقعات کی عمدہ ترتیب اور ان کے درمیان ربط و تسلسل، صحیح مرقع کشی، دیانت داری، غیر جانبداری، اظہار کی جرأت اور شعوری فراست ہو اور نپے تلے الفاظ میں دلکش انداز میں شخصیت کو بیان کیا گیا ہو۔ خاکہ نگار جب کسی شخصیت پر خاکہ لکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے متعلق وہی باتیں بیان کرے جو اس شخص کے اندر پائی جاتی ہوں۔ وہ کسی شخصیت کے بیان کے وقت اپنی ذاتی پسند و ناپسند اور بے جا تعصبات کا شکار نہ ہو۔ وہ اپنی تحریر میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے من گھڑت اور فرضی واقعات بھی بیان نہ کرے۔ خاکہ میں کسی شخصیت کو نہ تو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے نہ اس کے قد کو گھٹانے اور اسے نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خاکہ میں شخصیت کے بیان میں بے جا تعریف و تنقیص اور مبالغہ آرائی یا مدح سرائی سے کام نہیں لیا جاتا ہے نہ کسی شخصیت پر تنقید کی جاتی ہے۔ یہ سب باتیں فن خاکہ نگاری کے اصولوں کے خلاف ہیں۔ خاکہ کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں شخصیت کو اچھا یا برا بنائے بغیر جیسی وہ ہوتی ہے ویسی ہی پیش کردی جاتی ہے۔

اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیوں کو بھی بیان کیا جائے۔ کسی بھی شخص کی برائیوں کو اس ہمدردانہ انداز میں بیان کیا جائے کہ دل میں اس شخصیت سے نفرت پیدا نہ ہو۔ خاکہ نگاری کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ خاکہ نگار کسی بھی شخصیت کو بیان کرتے ہوئے اس کے منفرد، اچھوتے اور اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالے اور اس کے باطنی تہوں کو ٹٹول کر شخصیت کے ان تاریک گوشوں کو بھی بے نقاب کرے جس سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صابرہ سعید خاکہ نگاری کی ماہیت و فن پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''خاکہ نگاری کا فن خاکہ نویس سے کئی چیزوں کا طالب ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی شخصیت کو الفاظ و زبان کے ذریعے حیاتِ نو بخشی جائے۔ دوسرے زیرِ مطالعہ شخصیت کو اس کے اصلی رنگ و روپ اور اس کے ماحول میں پیش کیا جائے۔ اس کی تحریر صرف حقیقت کی عکاسی کرے۔ وہ شخصیت کے صرف نمایاں اور مسلم خصوصیتوں کو زیرِ قلم لائے۔ ایسے پہلو ہی منتخب کرے جن سے شخصیت کی ذہنی افتاد، افکار و نظریات قاری کے سامنے عیاں ہوسکیں۔ اس کے علاوہ اپنے جذبات اور جوش کو اعتدال میں رکھ کر ہمدردی لیکن غیر جانبداری کے ساتھ تمام مواد کو اس طرح ترتیب دے کہ شخصیت کی سیرت کے مخصوص و منفرد پہلو منور ہوسکیں۔ اس کے ساتھ وہ قاری میں بھی اس شخصیت کے لیے ویسے ہی ہمدردانہ جذبات پیدا کردے جو وہ خود رکھتا ہے۔ شخصیت کا مطالعہ متوازن ہو، دقتِ نظر کے ساتھ وسعتِ نظری بھی لازمی و ضروری ہے۔ واقعات صحت کے ساتھ پیش کیے جائیں۔'' (ڈاکٹر صابرہ سعید، اردو ادب میں خاکہ نگاری، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۳ء، ص، ۹ تا ۱۰۔)

خاکہ نگاری کے یہی وہ فنی آداب ہیں جن کو برت کر دلکش اور بہترین خاکے لکھے جاسکتے ہیں۔ خاکہ نگار کے پاس غیر معمولی قوتِ مشاہدہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ شخصیت کے باریک سے باریک گوشوں تک اس کی رسائی ہوسکے۔ خاکہ نگار اپنی بصیرت و بصارت، ذہانت اور مصورانہ مہارت سے کام لے کر شخصیت کے چند انوکھے، منفرد اور اہم پہلوؤں کو اپنے حقیقی مگر دلکش اندازِ بیان اور حسین اسلوب میں اس طرح بیان کرے کہ اس کی جیتی جاگتی، متحرک تصویر قاری کی نگاہوں کے سامنے گھوم جائے اور ماضی کی شخصیت حال میں زندہ ہوجائے۔

اردو میں خاکہ نگاری کی ابتدا مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریروں ''نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی اور کچھ میری زبانی''، ''دلی کا ایک یادگار مشاعرہ'' اور ''ایک وصیت کی تعمیل'' وغیرہ سے ہوئی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے بعد جو خاکہ نگار سامنے آئے ان میں خواجہ حسن نظامی، آغا حیدر حسن، مولوی عبدالحق، شاہد احمد دہلوی، اشرف صبوحی، رشید احمد صدیقی، سردار دیوان سنگھ مفتون، جوش ملیح آبادی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، مرزا محمود بیگ، مالک رام، منٹو، عصمت چغتائی، شوکت تھانوی، محمد طفیل، سید اعجاز حسن، کنھیا لال کپور، شورش کاشمیری، فکر تونسوی، چراغ حسن حسرت، خواجہ غلام السیدین، مجید لاہوری، عبدالمجید سالک، کرشن چندر، ظ۔ انصاری، حامد جلال، احمد بشیر اور قرۃ العین حیدر وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ خواجہ احمد فاروقی، خلیق انجم، اسلم پرویز، ڈاکٹر عبادت بریلوی، سید ضمیر جعفری اور قدرت اللہ شہاب وغیرہ نے بھی عمدہ خاکے لکھے ہیں۔ عصر حاضر کے نمائندہ اور ممتاز خاکہ نگار مجتبیٰ حسین ہیں۔ ان کے علاوہ جن ادیبوں نے اس فن کو وسعت دی ان میں انتظار حسین، یوسف ناظم، عابد سہیل اور اقبال متین وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ آج بھی اردو میں خاکہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صنف عصرِ حاضر میں بھی جس طرح ترقی کے منازل طے کر رہی ہے، وہ اس کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ خاکہ نگاری کی بڑھتی مقبولیت اور اس کی ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ خاکہ یقیناً اردو کی بے حد مقبول اور ترقی یافتہ صنف ہے اور یہ اُردو نثر کی آبرو بھی ہے۔

Scanned with CamScanner

قانون کا غلط استعمال

عباس دھالیوال

کوئی ملک یا قوم صحیح معنوں میں اسی وقت ترقی کرسکتی ہے جب وہ زمانے کے چلن سے قدم سے قدم ملا کر چلے اور اپنے ملک کے باشندوں کی آزادی کا احترام کرے لیکن اگر کوئی قوم یا ملک ایسا نہیں کرتا ہے اور اپنی فرسودہ روایات پہ اڑا رہتا ہے اور زمانے کے ساتھ چلنے کے بجائے نئے ضابطوں وقوانین کو اپنانے سے ہچکچاتا ہے تو فرسودہ روایات پر پہرہ دینا ہی سب سے بڑا ذرابیک ثابت ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایسی قومیں وممالک پسماندگی کے اندھیرے میں دھنستے ہی چلے جاتے ہیں۔شاید اسی لئے شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے ایک بار کہا تھا کہ......

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

دراصل ہمارے ملک کے نظام سے وابستہ کچھ قوانین وقتاً فوقتاً غلامی کے دور کی یادیں دلاتے رہتے ہیں۔ انہیں قوانین میں سے ایک ملک کی غداری کا قانون ہے جو کہ برطانوی دور حکومت کے عہد سے نافذ ہے۔ یہ اپنے وجود کی وجہ سے ایک بار پھر عدالتی گلیارے میں بحث کا موضوع بنا۔دراصل مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ اس قانون کا استعمال اکثر لوگوں کی حق بجانب آوازوں کو دبانے کے لیے کیا جاتا رہا ہے۔

گزشتہ دنوں ملک کے سپریم کورٹ نے ملک سے غداری کے اس قانون پر تنقید کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو نوٹس جاری کر کے سوال کیا تھا کہ کیا آزادی کے 75 برس بعد بھی اس قانون کی ضرورت ہے؟ اس سلسلے میں مذکورہ قانون کے خلاف سنوائی کے لیے آئی ایک عرضی کو منظور کرتے ہوئے چیف جسٹس این وی رمنا نے کہا کہ یہ نوآبادیاتی دور کا قانون ہے اور اسے برطانوی حکومت آزادی کی جنگ لڑنے والوں کے خلاف استعمال کیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اس وقت اس قانون کا استعمال مہاتما گاندھی کے خلاف بھی کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی مذکورہ قانون کے حوالے سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر اس قانون کے استعمال پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ایسے مقدمات میں بہت کم سزائیں ہوتی ہیں۔ اس قانون کا بہت غلط استعمال ہوتا آیا ہے۔ ملک سے غداری کے اس قانون کے خلاف ایک سابق فوجی افسر میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایس سی اوبڈ یکرے نے سپریم کورٹ میں ایک عرضی دائر کی تھی جس میں مذکورہ قانون کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا گیا تھا۔ اسے بعد میں سپریم کورٹ نے سماعت کے لیے منظور کرلیا تھا۔ اس سے قبل مذکورہ عرضی میں کہا گیا تھا کہ اس قانون کی وجہ سے اظہار رائے کی آزادی پر سنگین اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہ قانون بولنے کی آزادی اور جمہوری حقوق پر غلط طریقے سے اور غیر ضروری طور پر پابندی لگاتا ہے۔ اسی کے ساتھ عرضی میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 124 اے کے تحت، جو کہ مذکورہ قانون کی وضاحت کرتی ہے، مکمل طور پر غیر آئینی ہے۔ اسے فوراً ختم کیا جانا چاہیے۔ اس ضمن میں عدالت کی طرف سے دلیل دی گئی کہ جب حکومت بہت سے پرانے قوانین ختم کررہی ہے تو وہ اس کو ختم کرنے پر غور کیوں نہیں کرتی۔ عدالت عظمیٰ کے ججوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس قانون کا غلط استعمال اسی طرح ہورہا ہے کہ ایک بڑھئی کو درخت کاٹنے کے لیے کلہاڑی دی جائے اور وہ اس سے پورا جنگل کاٹنے لگے۔ عدالت کے مطابق، اگر کوئی پولیس افسر کسی گاؤں میں کسی شخص کے خلاف کارروائی کرنا چاہتا ہے تو وہ تعزیرات ہند کی دفعہ 124 اے لگادیتا ہے جبکہ اس سے قبل سپریم کورٹ کے سینئر جج ڈی وائی چندر چوڑ نے بھی حال ہی میں ایک پروگرام میں کہا تھا کہ مخالف آوازوں کو دبانے اور شہریوں کو ہراساں کرنے کے لیے انسداد دہشت گردی کا قانون استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا تھا کہ سماجی معاشی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا سپریم کورٹ کی ذمے داری ہے۔ کچھ نیوز رپورٹوں کے مطابق، حکومت اور پولیس کی جانب سے جن لوگوں کے خلاف 'یو اے پی اے' لگا دیا جاتا ہے، وہ بعد میں عدالتوں سے بری ہوجاتے ہیں لیکن ان قوانین کی وجہ سے ان کو برسوں تک جیلوں میں بند رہنا پڑتا ہے۔

آزادی کے بعد ہمارے ملک نے جمہوری نظام حکومت کو اپنایا ہے تو یقیناً جمہوریت میں بولنے کی آزادی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بھلے ہم کسی کی بات سے اتفاق نہ رکھتے ہوں، لیکن صرف اس بنا پر کہ ہم کسی کی آرا سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں، ہم اس کے خلاف ملک سے غداری والی مذکورہ دفعات کے تحت مقدمہ درج کریں تو یہ اپنے آپ میں ایک قابل تشویش بات ہے اور یہ فعل جمہوریت میں بولنے کی آزادی کے حقوق کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔

'یو اے پی اے' قانون جو کہ 1967 میں بنا تھا، حکومت نے 2004 میں اس میں ترمیم کر کے دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث تنظیموں کو سزائیں دینے کی بھی راہ ہموار کی تھی جبکہ 2019 میں ہونے والی ایک اور ترمیم کے تحت اب کسی شخص کو بھی اس قانون کے تحت دہشت گرد قرار دیا جاسکتا ہے۔ مختلف رپورٹوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حالیہ برسوں میں متعدد صحافیوں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور طلبا کو اس قانون کے تحت جیلوں میں ڈالا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے وزارت داخلہ نے رواں برس کے شروع میں پارلیمنٹ میں جو بتایا تھا، اس کے مطابق، 2015 کے مقابلے میں 2019 میں اس قانون کے تحت گرفتاریوں میں 72 فیصد اضافہ ہوا ہے اور یہ یقیناً قابل تشویش ہے۔ حکومت کے اعداد وشمار کے مطابق، 2016 سے 2019 کے درمیان 5982 افراد کو 'یو اے پی اے' کے تحت گرفتار کیا گیا لیکن صرف 132 افراد کو سزا ہوئی یعنی ایسے معاملات میں سزاؤں کی شرح دو فیصد سے بھی کم ہے۔ اگر غداری والے قانون کو مختلف وکلا کی نظر سے دیکھیں تو اس سلسلے میں سینئر وکیل زیڈ کے فیضان کے مطابق، ملک سے غداری کا قانون انگریزوں کے زمانے میں 1860 میں بنایا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ گورنر جنرل وغیرہ کے خلاف بولیں، ان کے خلاف اس قانون کے تحت کارروائی کی جائے لیکن حکومت نے ابھی تک اسے برقرار رکھا ہے۔ بقول ان کے اس وقت اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ جو لوگ برطانوی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے کی بات کرتے تھے، ان کے خلاف یہ قانون استعمال کیا جاتا تھا لیکن آج کے آزاد ہندوستان میں حکومت کے خلاف بولنے پر اس قانون کا استعمال سراسر غلط ہے۔ ان کے مطابق، غداری کے مذکورہ قانون کو فوری طور پر ختم کیا جانا چاہیے۔ آزاد بھارت میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ادھر دہلی اقلیتی کمیشن کے سابق چیئرمین ڈاکٹر ظفرالاسلام خاں کا ماننا ہے کہ اس قانون کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ یہ انگریزوں کا بنایا ہوا قانون ہے۔ انہوں نے اپنے ملک میں اسے ختم کردیا لیکن بھارت میں یہ اب بھی باقی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اس الزام سے اتفاق کیا کہ حکومت اپنے مخالفین کو دبانے کے لیے اس قانون کا غلط استعمال کررہی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اعداد وشمار کے مطابق، 2015 سے 2019 تک 'یو اے پی اے' کے تحت 7840 افراد گرفتار ہوئے جن میں سے صرف 155 افراد کو سزا ہوئی۔ گویا دو فی صد سے بھی کم لوگوں سزا ہوئی ہے۔ بقول ان کے 98 فیصد افراد پر الزام ثابت نہیں ہوئے یعنی ان کو غلط طریقے سے پھنسایا گیا اور جن دو فی صد پر الزام ثابت ہوا ہے، اس پر بھی سوال اٹھائے جارہے ہیں جبکہ دوسری طرف حکومت ان قوانین کے غلط استعمال کے الزام کی لگاتار تردید کرتی آرہی ہے۔ اس کا مؤقف ہے کہ جو لوگ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں، پولیس ان کے خلاف مقدمات درج کرتی ہے اور قانون کے مطابق کارروائی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق، عدالتیں جن لوگوں کو بری کرتی ہیں، انہیں فوری طور پر جیلوں سے رہا کردیا جاتا ہے۔

آخر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آزادی کے بعد ہمارے ملک نے جمہوری نظام حکومت کو اپنایا ہے تو یقیناً جمہوریت میں بولنے کی آزادی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بھلے ہم کسی کی بات سے اتفاق نہ رکھتے ہوں لیکن صرف اس بنا پر کہ ہم کسی کی آرا سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں، ہم اس کے خلاف ملک سے غداری والی مذکورہ دفعات کے تحت مقدمہ درج کریں تو یہ اپنے آپ میں ایک قابل تشویش بات ہے اور یہ فعل جمہوریت میں بولنے کی آزادی کے حقوق کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ آج جبکہ ہمارے ملک کو آزاد ہوئے تقریباً 75 سال ہوچکے ہیں تو ایسے میں یقیناً اس قانون کے ضمن میں عدالت عظمیٰ کی آرا پر غور وخوض ہونا چاہیے اور جلد از جلد اس قانون کو ختم کرنے کی جانب قدم بڑھائے جانے چاہئیں۔

خدا تو دیکھ رہا ہے

مولانا رضوان احمد ندوی

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صدیق محترم حضرت ابوبکر صدیقؓ سے غار حرا میں فرمایا تھا کہ اے ابوبکر بالکل نہ گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے لاتحزن ان اللہ معنا وہ ہمیں بے یار ومددگار نہیں چھوڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ و ہو معکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر (الحدید) تم جہاں کہیں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں خدا تمہارے ساتھ نہ ہو۔

جو کرتا ہے کچھ چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسمان سے

آپ نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کا وہ مشہور واقعہ سنا ہوگا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ شب کے وقت ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ان کے کان میں ایک عجیب آواز پڑی، ماں اپنی بیٹی سے دبی زبان میں کہہ رہی تھی کہ بیٹی اجالا ہونے سے پہلے دودھ میں پانی ملا دو، بیٹی نے جواب دیا کہ آپ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کا فرمان نہیں سنا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ اس وقت امیر المومنین آرام کررہے ہوں گے، وہ یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں، بیٹی نے کہا کہ وہ تو نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے۔ یہ گفتگو سن کر حضرت عمرؓ بہت محظوظ ہوئے، لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہوکر اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کردی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مورخین نے نواب بہادر یار جنگ کا لکھا کہ نواب صاحب ایران کے ایک سفر کے موقع پر تہران میں انہیں کسی مقام تک جانا تھا، انہوں نے سڑک پر ایک ٹیکسی رکوائی اور ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا کہ فلاں مقام تک کا کیا لوگے، ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا کہ آپ کتنے آدمی ہیں، بہادر یار جنگ اکیلے تھے لیکن فرمایا کہ دو، ٹیکسی ڈرائیور نے فی کس کرایہ بتا دیا، بہادر یار جنگ نے فرمایا کہ کرایہ تو ایک ہی شخص کا دیں گے، لیکن چلیں گے دو، ٹیکسی ڈرائیور نے انکار کیا، میں تو نہیں لے جاؤں گا، بہادر یار جنگ نے اصرار کیا میں اور میرا ساتھی ضرور جائیں گے، لیکن کرایہ ایک ہی کا ملے گا، ٹیکسی ڈرائیور کو غصہ آگیا، اس نے انہیں لے جانے سے صاف انکار کردیا تو بہادر یار جنگ نے ہنس کر فرمایا بھیا! میرا خدا میرے ساتھ ہے، کیا خدا کا بھی کرایہ لوگے، بظاہر انداز مزاح کا ہے، مگر اس میں جو حقیقت پوشیدہ ہے وہ لائق التفات ہے، خدا کے حاضر وناظر ہونے کا احساس اگر انسان کے ذہن ودماغ پر ہمیشہ طاری رہے تو ناممکن ہے کہ وہ اپنی فکر وعمل میں کوئی غلط روش اختیار کرے، اگر یہ تصور مضبوط ومستحکم نہ ہو تو انسان وہ کام کرتا ہے جس سے بہیمیت اور حیوانیت کو بھی شرم آتی ہے۔

خشیت الٰہی انسان کی زندگی کے رخ کو متعین کرتا ہے اور اس کے کردار وعمل میں نکھار پیدا کرتا ہے، خوف خداوندی سے دل کے گرد وغبار صاف ہوتے ہیں، ایمان ویقین میں پختگی آتی ہے اور فکر وعمل میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے، اس پر خدا کی عدالت میں جواب دہی کا یقین غالب رہتا ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے رفتار وگفتار میں اعتدال وتوازن قائم رہتا ہے، بولتا ہے تو ناپ تول کر، دیکھتا ہے تو سوچ سمجھ کر، سنتا ہے تو دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، جب انسان تقویٰ کے اس معیار پر پہونچ جاتا ہے تو اس کو عبادت میں بھی روحانی لذت ملنے لگتی ہے پھر اس کا ایمان بھی حسین ہوجاتا ہے اور اسلام بھی، حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا گیا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ عبادت کے وقت قلب پر یہ کیفیت طاری رہے کہ گویا کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں ورنہ یہ تصور تو غالب ہی رہے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے ایسا انسان اپنی زندگی کو صحیح سمت میں منزل تک لے جانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت سہیل بن عبداللہ کو ان کے پیر طریقت نے تعلیم دی کہ تم ہمیشہ ان کلمات کا ورد کیا کرو، اللہ شاہدی کے اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ ناظری، میں اللہ کی نظر میں ہوں، اللہ معی اللہ میرے ساتھ ہے۔ اگر یہ تصور کسی انسان کے دل میں پیوست ہوجائے تو پھر وہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرے گا۔

Scanned with CamScanner

کفایت شعاری-خوشحال زندگی کی ضمانت

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

فارسی کے مشہور شاعر شیخ سعدی کی حکایت ہے کہ ایک غریب ننگے پاؤں کہیں جارہا تھا، اس کے سامنے سے ایک امیر شخص گزرا جو نئے جوتے پہنے ہوئے تھا اور چلنے میں اس کے جوتے آواز کررہے تھے، غریب شخص کے دل میں پل بھر کے لئے یہ خیال آیا کہ وہ کتنا بدنصیب ہے کہ اس کے پاس پرانا جوتا بھی نہیں، وہ اپنی قسمت پر گلہ شکوہ ہی کررہا تھا کہ بازار میں ایک معذور شخص بھیک مانگتے نظر آیا، جس کے دونوں پاؤں نہیں تھے، اس غریب نے اس معذور شخص کو دیکھ کر خدا کا شکرادا کیا کہ وہ اس اپاہج شخص کے مقابلہ میں کتنا خوش نصیب ہے کہ کم ازکم اس کے پیر تو سلامت ہیں، جوتا نہیں ہے تو کیا ہوا؟

بظاہر یہ حکایت گزرا ہوا قصہ اور ماضی کی ایک کہانی ہے جو برسہا برس سے کتابوں کی زینت بنتی رہی ہے، اس کا آج کے زمانے سے کوئی رشتہ نظر نہیں آتا لیکن ہم غور کریں تو اپنے معنی اور سبق آموز ہونے کی وجہ سے یہ حکایت ہمارے آج کے معاشرتی مسائل پر بھی روشنی ڈالتی ہے اور پڑھنے والوں کو سبق دیتی ہے کہ وہ قناعت وکفایت شعاری کو اپنائیں، اپنی کمی ومحرومی کے بجائے دوسرے لوگوں کو دیکھیں جو اس سے بھی زیادہ کم وسائل رکھتے ہیں یا جنہوں نے اپنی زندگی میں کفایت شعاری کو اپنا رکھا ہے۔

حقیقت میں کفایت شعاری زندگی بسر کرنے کا ایک قابل تحسین عمل ہے، جس کے دور رس نتائج برآمد ہوتے ہیں اور بُرے دنوں میں یہی کفایت شعاری سہارا بن کر ہماری مددگار بن جاتی ہے اور ہمیں کم خرچ بالانشیں کے مراحل تک لے جاتی ہے، لیکن عام طور پر اِس کی اہمیت سے ہم واقف نہیں، زیادہ سے زیادہ سو میں دس فیصد افراد ایسے ہونگے جو اپنی خواہشوں اور ضرورتوں کو دبا کر کفایت شعاری کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، جن کے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہوتا ہے اور وہ اِس کے بعد بھی مستقبل کی فکر کرکے اپنی بیجا خواہشات کو دباتے ہیں اور غریبوں پر خرچ کرتے ہیں، ایسے لوگ سماج میں ہمیشہ سے کم رہے ہیں، آج ہمارا آئیڈیل وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس زیادہ وسائل ہو، دولت کی ریل پیل ہو، معیارِ زندگی بلند ہو، خواہ اُس نے مال ودولت کے حصول اور خواہشات کی تکمیل کے لئے کوئی بھی غلط طریقہ اپنایا ہو، اُس کی زندگی کتنے ہی مسائل کا شکار بن گئی ہو، دن رات کی دوڑ بھاگ نے اُس کا چین وسکون چھین لیا ہو۔ رات کی بے چینی اور دن کی مصروفیت اُس کا مقدر بن گئی ہو، علاج ومعالجہ اور دواؤں کے بغیر اُس کی زندگی نہ گزر رہی ہو لیکن ہماری نظر اس کے رہن سہن اور ظاہری آرائش پر ہی ٹکی رہتی ہے۔ اُس نے اِس مقام تک پہنچنے کے لئے کتنی قربانیاں دی ہوں، اپنی اقتصادیات کو مضبوط بنانے کے لئے کیا کیا قدم اُٹھائے ہوں، کتنی کفایت شعاری کا مظاہرہ کیا ہو، اِن پہلوؤں کو اکثر ہم نظرانداز کردیتے ہیں۔

یادرکھئے! زندگی بسر کرنا اور اُس کی اقتصادیات کو متوازن رکھنا نہایت ہوش مندی کا کام ہے اور اِس کے لئے سب سے پہلے فضول خرچی پر قابو پانا ضروری ہے، اِس کے بعد کفایت شعاری کا مرحلہ آتا ہے، یہی کفایت شعاری نہ صرف خوشحال زندگی کا راز ہے بلکہ کم خرچ بالانشیں کا فارمولہ بھی ہے۔

افراد، خاندان یا حکومتیں کفایت شعاری کے اِس فارمولہ پر کس طرح عمل پیرا ہوسکتی ہیں، آیئے اِس پر ایک نظر ڈالیں۔

دیکھئے روپیہ کمانا، اپنی آمدنی بڑھانا جتنا پیچیدہ عمل ہے، اُس سے زیادہ دشوار اِس کو سلیقہ سے خرچ کرنا ہے، جمع پونجی کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، اِس سے انسان کی اور اُس کے گھر خاندان کی حالت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اِسی لئے اپنی کمائی کو بے دھڑک خرچ کردینا عاقبت اندیشی کے خلاف ہے، جو خاندان اپنی آمدنی بجائے بغیر خرچ کردیتے ہیں اور کچھ بچا کر نہیں رکھتے وہ مستقبل میں اقتصادی دشواریوں کا مقابلہ کرنے میں عموماً ناکام رہتے ہیں، اِس کی پہلی ضرورت یہ ہے کہ آمدنی وخرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جائے، جس مد پر خرچ ہو اُس کے نفع ونقصان کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے، قرض سے پرہیز کیا جائے، آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں احتیاط برتی جائے ،ضرورت سے زیادہ چیزیں نہ خریدیں جائیں، کچھ لوگ متوقع آمدنی پر بھروسہ کرکے خرچ کرلیتے ہیں، جب آمدنی نہیں ہوتی تو انہیں زیر بار ہونا پڑتا ہے، اُن کا پورا بجٹ درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے، لہٰذا ضروری یہ ہے کہ اپنے گھر اور خاندان کی اقتصادی صورتِ حال کو منظم رکھا جائے اور کسی موہوم توقع پر فضول خرچی نہ کی جائے۔ اِسی کا نام کفایت شعاری ہے۔

خاندان اور گھر کا سربراہ اگرچہ مرد ہوتا ہے، جسے اہلِ خانہ کی آنکھ سے تعبیر کرسکتے ہیں لیکن اِس آنکھ کی بینائی اُس کی بیوی ہے جو اگر سلیقہ مند اور کفایت شعار ہے تو گھر کو جنت کا نمونہ بنادیتی ہے لیکن اِس کے برعکس کسی گھر کا نظام چلانے والی بدسلیقہ یا فضول خرچ خاتون ہو تو اُس گھر میں ہمیشہ ہائے توبہ مچی رہتی ہے۔

جہاں تک حکومتوں کی کفایت شعاری کا تعلق ہے تو یہ عمل اُن کی بھی اقتصادیات کے لئے مضبوط محافظ کا کام کرتا ہے، عموماً حکومتیں اپنے مالیاتی خسارے کو کم کرنے کے لئے سرکاری اخراجات میں کفایت شعاری یا تخفیف کو ایک آزمودہ حکمتِ عملی کے طور پر اپناتی ہیں اور اِس کے تحت حکومت کے کاروبار اور نوکرشاہوں کے سرکاری اخراجات میں کمی لائی جاتی ہے اور اِس کی وجہ سے سرکاری خسارہ کے گراف میں کمی آجاتی ہے۔ ماہرینِ اقتصادایت کا کہنا ہے کہ اگر حکومت کے دفاتر اور وزراء کی رہائش گاہوں، سفر، دوروں یا دوسری مصروفیتوں کی فضول خرچی پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ سرکاری بابوؤں کی شاہ خرچی میں تخفیف کردی جائے تو اُس کا فوری اور مثبت اثر قومی خزانے پر مرتب ہوتا ہے اور سرکاری بجٹ کا خسارہ کم کرنے میں اِس سے بہت مدد ملتی ہے۔

ملک کا یہ عجب المیہ ہے کہ یہاں کے عوام ہر پانچ سال میں کسی نااہل حکومت سے چھٹکارہ پالیتے ہیں لیکن غیر ذمہ دار نوکرشاہوں کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے جبکہ افسران کے لامحدود اختیارات اور فضول خرچی بھی ملک کے مالیاتی نظام کو کسی نہ کسی طرح مجروح کرتی ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ حکومتیں بدل جاتی ہیں، افسران اپنی جگہ قائم رہتے ہیں، لہٰذا سرکاری دفاتر میں ورک کلچر پیدا کرکے کام کرنے کی صحت مند فضا تیار ہونا چاہئے، جس کے مطابق وقت پر کام ہو، بابوؤں کی حاضری مقررہ وقت کے مطابق ہوتی رہے۔ حکومت کم خرچ بالانشیں کا فارمولہ اپنائے اور سرکاری افسران اپنے دفاتر کے اخراجات میں کفایت شعاری کو اپناتے ہوئے رضاکارانہ تخفیف کی شروعات کریں، خاص طور پر غیر منصوبہ بند بجٹ میں کچھ فیصد کی کمی ضرور لائیں۔

یادرکھئے! کفایت شعاری خوش حال زندگی کی نقیب ہے اور شاہ خرچی بربادی کا پیش خیمہ ہے، مختلف مذاہب نے بھی فضول خرچی سے دامن بچا کر صبر، شکر، قناعت اور کفایت شعاری کی تعلیم دی ہے، کفایت شعاری کا مطلب اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا ہے یا بہترین کاوشوں کے بعد میسر آنے والے وسائل کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہے، کفایت شعاری کے بارے میں دانشوروں اور مفکروں کے بعض اقوال بھی مشہور ہیں مثلاً معروف انگریز مفکر سوفٹ کا کہنا ہے کہ کفایت شعاری سب سے بڑی دولت ہے اور شیخ سعدی کا قول ہے کہ جس نے کفایت شعاری کو اپنایا، اُس نے حکمت ودانائی سے کام لیا، امام غزالی نے بھی کہا ہے کہ کفایت شعاری حقیقت میں اپنے نفس پر قابو پانا ہے، آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ غریب ہو یا امیر کوئی اپنے وسائل پر مطمئن نہیں ہے، بے شمار ایسے انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہے، پھر بھی اُن کی زبان سے کلمہ شکر ادا نہیں ہوتا، وہ حرص وہوس میں گرفتار ہیں، اپنے بجائے دوسروں کو خوش قسمت تصور کرتے ہیں، معمولی تکلیف پر چیخ اُٹھتے ہیں، حالانکہ اُن سے کہیں زیادہ مسائل کے شکار لوگ معاشرہ میں موجود ہیں، جن پر وہ نظر کریں تو اپنے حال پر رشک کرسکتے ہیں، کفایت شعاری کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کو جو کچھ میسر ہے، اُسی پر اکتفا کرلے اور مزید پانے کی جستجو نہ کرے، کفایت شعاری زندگی میں جدوجہد کرنے یا آگے بڑھنے سے روکتی نہیں ہے بلکہ اِس کا مقصد یہ ہے کہ جو ہمیں حاصل ہے اُسے سلیقہ سے خرچ کریں اور اپنے معاشی ذرائع کا سوچ وسمجھ کر استعمال کریں تاکہ حال ومستقبل سنور سکیں۔

بقیہ دینی مسائل

مذکورہ بالا تمہید سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نسلی قادیانی عام کفار ومشرکین کے حکم میں داخل ہیں، بلکہ وہ زندیق ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، ان کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

"لاتؤکل ذبیحة المجوس والمرتد" (الهدایه: ۴/ ۴۳۴)

"لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی و مرتد" (رد المحتار؛ کتاب الذبائح: ۹/ ۴۳۱)

اکابر کے فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مرزا غلام احمد قادیانی بہ سبب ادعاء نبوت وتوہین انبیاء کافر تھا، اور اس کے متبعین کافر ہیں، جو مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی ان دعاوی باطلہ میں تصدیق کرے، وہ مرتد ہے، ان کے ساتھ مرتدین کا برتاؤ کرنا چاہئے، اور جو لوگ ان کے متبعین کی اولاد ہیں اور نیز غلام احمد قادیانی کی اولاد جو بعد ادعاء نبوت پیدا ہوئے اور ان کے عقیدے کی تصدیق کرتے ہیں تو یہ سب کے سب کافر اصلی ہیں۔" (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱/ ۳۳)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

"قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم ازکم مسلمان مانتی ہو تو وہ بھی کافر ہے، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہئے، ان کو اہل کتاب قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔" (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۶۸)

احسن الفتاویٰ میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"شیعہ، قادیانی، آغاخانی، ذکری، پرویزی، انجمن دینداراں اور اس قسم کے دوسرے فرقے جو کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلم کہلاتے ہیں، اسلام میں تحریف کرکے اپنے عقائد کفریہ کو اسلام ظاہر کرتے ہیں اور اس کی اشاعت کرتے ہیں، یہ سب زندیق ہیں، ان کا ذبیحہ حرام ہے۔" (احسن الفتاویٰ: ۷/ ۴۰۲)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلہ میں ہے۔

"بہائی اور قادیانی خواہ نسلی ہو یا بذات خود ان مذہب کو اختیار کیا ہو، وہ اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں۔" (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے؛ ص: ۱۹۴)

الحاصل؛ نسلی قادیانی کافر وزندیق ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، وہ اہل کتاب میں داخل نہیں ہیں۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نسلی قادیانی کو اہل کتاب میں شامل کرکے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، جمہور علماء اہل سنت کے خلاف ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے اس جواب میں سہو ہوا ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم!	الجواب صحیح
سہیل احمد قاسمی	محمد سعید الرحمٰن قاسمی
صدر مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ	مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

Scanned with CamScanner

منشیات اور نئی نسل کی تباہی

سیدہ تبسم ممبئی

ہمارے معاشرے میں منشیات کا بڑھتا ہوا رجحان اور نفسیاتی مسائل کسی سنگین خطرے سے کم نہیں. ہر روز ہم اخبارت اور شوشل میڈیا پر اس طرح کی خبریں دیکھتے اور سنتے ہیں۔منشیات کا نشہ ایک ایسی لعنت ہے جو سکون کے دھوکے سے شروع ہوتی ہے اور زندگی کی بربادی پر ختم ہوجاتی ہے۔ منشیات کی لعنت صرف ہائیر تعلیمی اداروں اور ہائیر سوسائٹی میں ہی نہیں، بلکہ جگہ جگہ ایک فیشن کے طور پر سامنے آرہی ہے۔گاؤں ،دیہات کے بچے بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔جس کے انتہائی مضر اثرات نمایاں نظر آرہے ہیں۔راہ چلتے چھوٹے بچے بھی سگریٹ کا دھواں اڑاتے دیکھائی دیتے ہیں۔

اکثر بچے اور نوجوان والدین کی غفلت اور ان کے رویہ کی وجہ سے نشے کی عادت کا شکار ہوجاتے ہیں۔والدین اپنی مصروف زندگی میں سے کچھ وقت اپنے بچوں کو بھی دیں۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں---کہاں جاتے ہیں اور کس سے ملتے ہیں۔بعض مرتبہ تو غلط صحبت سے نشے کے عادی ہوجاتے ہیں۔کئی اپنے مسائل سے ڈر کر اور کئی حقیقت سے فرار حاصل کرنے کے لئے بھی نشہ کا سہارا لیتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نوجوان نسل فیشن کے طور پر سگریٹ یا دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال شروع کرتی ہے، پھر یہ فیشن یہ شوق وقت کے ساتھ ساتھ ضرورت بن جاتا ہے اور اس طرح وہ شخص مکمل طور پر نشے کا عادی بن جاتا ہے۔اور پھر اس کے دل و دماغ کو مکمل تباہ و برباد کردیتا ہے۔پھر وہ شخص ہر وقت نشے میں مدمست رہتا ہے۔اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہر وہ غلط کام کرنے لگتا ہے، جہاں سے پیسے حاصل کرسکے۔اور اس طرح اچھا بھلا صحت مند انسان اپنی زندگی کو تباہی کی دہلیز پر لاکر کھڑا کرتا ہے۔

پوری دنیا منشیات کے خوفناک زہر کے حصار میں ہے۔نئی نسل اپنے تابناک مستقبل سے لاپرواہ ہوکر تیزی کے ساتھ اس زہر کو مٹھائی سمجھ رہی ہے۔اور کھائے جارہی ہے۔سگریٹ اور شراب پیتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر دل مچل جاتا ہے۔جو نوجوان نسل کو تباہ کررہا ہے ان کی زندگی کو اندھیرے میں ڈال کر ان کی جوانی کو آہستہ آہستہ کھوکھلا کررہا ہے۔

منشیات کی عادت ایک خطرناک مرض ہے۔یہ خود انسان کو اور اس کے گھربار کو معاشرے اور پورے ملک وقوم کو تباہ کردیتا ہے۔اگر ایک بار کوئی نشہ کا عادی ہوجائے تو وہ پھنستا ہی جاتا ہے۔اور پھنسنے کے بعد اس کے مضر اثرات کا انہیں ادراک ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں اس کے خلاف آواز اٹھائی جاری ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں دن بہ دن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔آخر کیوں؟

منشیات ایک ایسا میٹھا زہر ہے جو انسان کو دنیا و آخرت سے بیگانہ کردیتا ہے۔اس کو استعمال کرنے والا ہر شخص حقیقت سے فرار حاصل کرتا ہے اور خیالوں میں بھٹکتا ہے۔منشیات کا نشہ پہلے پہل ایک شوق ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ ضرورت بن جاتا ہے۔نشہ کا عادی شخص دردناک کرب میں لمحہ لمحہ مرتا ہے۔اس کی موت صرف اس کی نہیں ہوتی بلکہ اس کی خوشیوں کی خواہشات کی تمناؤں کی بھی موت ہوتی ہے۔کوئی اگر نشہ کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ، کوئی واقعہ، مایوسی، محرومی اور ناکامی کا کوئی پہلو ہوتا ہوگا۔پر انسان یہ کیوں نہیں سوچتا کہ مایوسی اور ناکامی کا علاج صرف نشہ کرنا نہیں۔بلکہ نشہ انسان کی صحت کے لیے زہر ہے۔آج کل نئے نئے فلیور میں نشہ آور چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔لیکن یہ نشہ انسان کی صحت خراب کرنے کے ساتھ ذہنی طور پر مفلوج کردیتا ہے۔نشہ بیچنے والے دلال، لوگوں سے، قوم سے، نئی نسل سے پیسے بٹور کر ان کو تباہی کی طرف ڈھکیل دیتے ہیں۔نسلیں تباہ ہورہی ہیں۔

کسی بھی قوم کے لیے اصل قوت اِن کے نوجوان ہوتے ہیں۔نئی نسل کا جذبہ ہی کسی بھی قوم کو بھرپور ترقی سے ہم کنار کرتا ہے۔کسی بھی ملک میں نئی نسل کو ملک کی بہتر خدمت کے لیے بھرپور انداز سے تیار کرنے پر توجہ دی جاتی ہے۔صرف معاشی ترقی کے لئے ہی ضروری نہیں ہوا کرتی، بلکہ ملک کے دفاع میں بھی اس کا بھرپور کردار ہوتا ہے۔یہ نوجوان ہی ہیں جو سرحدوں پر رات دن جاگ کر ملک کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔ملک کی آزادی اور خودمختاری کا حقیقی تحفظ نئی نسل ہی کی بدولت ممکن ہو پاتا ہے۔ اگر نئی نسل متحد اور چوکس ہو تو دشمن اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ کسی بھی طور نہیں پہنا سکتا.

لیکن آج نشے کے تاجروں کے ذریعے نئی نسل کو مختلف نشوں کی عادت میں مبتلا کرنا اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔کسی ملک کی نئی نسل منشیات کی عادی ہوجائے تو نتائج انتہائی خطرناک ہوجاتے ہیں۔

ایک طرف تو دنیا بھر میں منشیات کے خلاف بھرپور مہم چلائی جارہی ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ دنیا کو ہر طرح کی منشیات سے بالکل پاک کرکے نوجوانوں کو مکمل تباہی سے بچایا جائے اور دوسری طرف منشیات کا مافیا نئی نسل کو تباہ کرنے کے درپے ہے اور یہ منشیات کی غیر قانونی تجارت سے کروڑوں کماتے ہیں۔نوجوانوں کو ہیروئن، کوکین، چرس، گانجا، افیم اور نہ جانے کتنے طرح کے نشے میں مبتلا کرنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔اور نئی نسل کا منشیات کی لَت میں مبتلا ہونا انتہائی خطرناک ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں آگے چل کر ملک کو افرادی قوت کی شدید قلت کا سامنا ہوسکتا ہے۔اور سوال صرف معاشی نقصان کا نہیں ہے بلکہ نئی نسل کو منشیات کی لت میں مبتلا کرکے کسی کام کا نہ رہنے دیا جائے۔جب نئی نسل منشیات کی عادی ہوگی تو معاشرتی خرابیاں بھی پیدا ہوں گی اور اس کے نتیجے میں پورے معاشرے میں بگاڑ پھیلے گا۔معاشرے کی بنیاد ہلانے اور نئی نسل کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲/۸/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ آواپور سیتامڑھی)

تنزیلہ خاتون بنت محمد اسرائیل انصاری مقام باچپٹی گوٹ ڈاکخانہ باچپٹی سیتامڑحی۔فریق اول

بنام

محمد عالمگیر انصاری ولد محمد نورالحق مقام بھوربن ڈاکخانہ باچپٹی ضلع سیتامڑھی۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء آواپور سیتامڑھی میں عرصہ دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۰/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۸/ستمبر ۲۰۲۱ روز منگل بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۰/۱۲۸۹/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کٹیہار)

سنجیدہ خاتون بنت محمد نثار مقام وڈاکخانہ مدھورا تھانہ کوڑھا ضلع کٹیار۔فریق اول

بنام

محمد اسکیج ولد محمد سکندر مقام وڈاکخانہ جادوے تھانہ بھوانی پور ضلع پورنیہ۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ کٹیہار میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۰/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۸/ستمبر ۲۰۲۱ روز منگل بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۴۹/۱۳۲۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار)

میمون خاتون بنت حفیظ منصوری مقام لائن پار برسٹا ڈاکخانہ سیماپور ضلع کٹیہار۔فریق اول

بنام

صدام حسین ولد محمد اسلام مقام نارائن پور ڈاکخانہ وتھانہ نارائن پور ضلع بھاگلپور۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ رامپاڑہ کٹیہار میں عرصہ دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۸/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۶/ستمبر ۲۰۲۱ روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۱/۱۱۲/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گودام والی مسجد سوپول)

چمن ستارہ بنت محمد عالم مقام اندر پور وارڈ نمبر ۱۱، ڈاکخانہ ہربیہر پور تھانہ چھاتاپور ضلع سوپول۔فریق اول

بنام

محمد دلشاد ولد محمد مرتضی مقام اندر پور وارڈ نمبر ۱۲، ڈاکخانہ ہربیہر پور تھانہ چھاتاپور ضلع سوپول۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گودال والی مسجد سوپول میں عرصہ دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۰/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/ستمبر ۲۰۲۱ روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

گُڑ کے فوائد

گنے کے رس سے سفید کرسٹل شکل کی چینی کی دریافت آج سے پندرہ سو سال پہلے یعنی پانچویں صدی عیسوی میں انڈیا میں ہُوئی، اُس وقت وہاں مہاراجہ چندر گپت کی حکومت تھی اور اس چینی کی دریافت سے پہلے کھانوں کو میٹھا بنانے کے لیے عام طور پر شہد اور گُڑ کا استعمال کیا جاتا تھا۔
گُڑ کا مقابلہ اگر چینی کے ساتھ کیا جائے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ چینی انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے جبکہ گُڑ ہماری صحت پر بیشمار اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، اس آرٹیکل میں گُڑ کھانے کے چند ایسے فائدے بتائے جارہے ہیں جنہیں پڑھ کر آپ اپنے میٹھے کھانوں میں چینی کی بجائے گُڑ کا استعمال کرنا شروع کر دیں گے کیونکہ چینی کھانے سے صرف کیلوریز حاصل ہوتی ہیں اور یہ کیلوریز جہاں جسم کو موٹا کرنے کا باعث بنتی ہیں وہاں ذیابطیس جیسی بیماری لاحق کرنے کا سبب بھی بنتی ہیں جبکہ گُڑ اپنے اندر کئی ایسے منرلز رکھتا ہے جو ہماری صحت کے لیے انتہائی مُفید ہیں، گُڑ ہمیں کیسے فائدہ دیتا ہے آیئے جانتے ہیں۔

گُڑ نظام انہضام کو توانا کرتا ہے

گُڑ قبض کی بیماری میں انتہائی مُفید ہے، کیونکہ یہ خوراک کو ہضم کرنے میں مدد کرتا ہے، یہ ہمارے معدے میں کھانا ہضم کرنے والے انزائمز کو بیدار کرتا ہے اور ہمیں بدہضمی سے بچاتا ہے اسی لیے طب یونان اور آیورویدک کے ماننے والے بدہضمی اور قبض کی صُورت میں کھانے کے بعد آپ کو تھوڑا سا گُڑ کھانے کا مشورہ دیں گے۔

جگر کی صفائی کرتا ہے

گُڑ ہمارے جگر میں سے فاضل مادوں کو خارج کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے اس میں شامل اینٹی آکسائیڈینٹس اور منرلز خاص طور پر زنک اور سیلینیم ہمارے اعضا کو مُتاثر کرنے والے فری ریڈیکلز کو کنٹرول کرتے ہیں اور ہمیں کینسر جیسے امراض سے بچانے کے علاوہ ہمارے جسم میں انفیکشنز کو کنٹرول کرتے ہیں اور ہماری قوت مدافعت کو طاقتور بناتے ہیں۔

نظام تنفس کو بہتر بناتا ہے اور بلغم ختم کرتا ہے

گُڑ سانس کی بیماریوں میں انتہائی مُفید چیز ہے خاص طور پر آلودگی والی فضا میں سانس لینے سے جب آلودگی نظام تنفس کو متاثر کرتی ہے تو ایسی صورت میں تھوڑا سا گُڑ کھا لینے سے سانس کی نالیوں کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر سانس کی نالی میں ریشہ بلغم وغیرہ موجود ہو تو گُڑ اُس کی بھی صفائی کر دیتا ہے۔

خواتین کی ماہواری کے درد کو ختم کرتا ہے

خواتین اگر تھوڑا سا گُڑ روزانہ کھائیں تو یہ جہاں اُن کے مُوڈ کو بہتر بناتا ہے وہاں ماہواری سے پہلے ہونے والی تکلیف کو ختم کرنے کا باعث بھی بنتا ہے یہ ماہواری کے دوران پڑنے والے کریمپس کو ختم کرتا ہے اور انہیں پیٹ کے درد سے نجات دلانے کا باعث بنتا ہے۔

نزلہ زکام اور کھانسی میں آرام دیتا ہے

گُڑ جسم میں حرارت پیدا کرتا ہے اسی لیے عام طور پر لوگ اسے سردیوں میں خوراک کا حصہ لازمی بناتے ہیں، یہ نزلہ، زکام اور کھانسی جیسی بیماریوں میں راحت کا باعث بنتا ہے اور ان بیماریوں کی صُورت میں آپ اسے گرم پانی یا چائے میں بطور شوگر ڈال کر پی لیں تو تکلیف سے فوری راحت ملتی ہے۔

خُون کی صفائی کرتا ہے

گُڑ کے بہت سے فائدوں میں ایک زبردست فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ خُون کی صفائی کرنے میں انتہائی مُفید غذا ہے، گُڑ کی مناسب مقدار خون سے فاضل مادوں کو صاف کر دیتی ہے اور صاف خون کا مطلب ہے صحت مند جسم۔

خُون کی کمی کو پُورا کرتا ہے

گُڑ زنک اور فولیٹ جیسے کیمیا سے بھرپُور غذا ہے اور یہ دونوں کیمیا خُون کی پیداوار بڑھانے کا باعث بنتے ہیں اور جسم میں خُون کی کمی کو پُورا کرتے ہیں۔

آنتوں کے لیے انتہائی مُفید ہے

گُڑ آنتوں کو طاقت بخشتا ہے کیونکہ اس کے اندر میگنیشیم کی ایک بڑی مقدار شامل ہوتی ہے ہر 10 گرام گُڑ میں آپکو 16 ملی گرام میگنیشیم ملتی ہے جو کے جسم کی روزانہ کی مطلوبہ میگنیشیم کی مقدار کا 4 فیصد ہوتی ہے۔

معدے کی گرمی دُور کرتا ہے

گُڑ جسم کے درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے اور معدے کو ٹھنڈا کرنے کا باعث بنتا ہے خاص طور پر ایسی غذا جسے معدے کو ہضم کرنے میں وقت لگتا ہے معدے میں گرمی کا باعث بنتی ہے ایسی صُورت میں اگر تھوڑا سا گُڑ کھا لیا جائے تو یہ معدے کی حدت کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے، گرمیوں میں گُڑ کا شربت پینے سے گرمی کی شدت محسوس ہونا کم ہو جاتی ہے۔

بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے

گُڑ میں شامل پوٹاشیم اور سوڈیم ہمارے جسم میں تیزابیت کو کنٹرول کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا بلڈ پریشر نارمل کرتے ہیں۔

جوڑوں کے درد میں مُفید ہے

اگر آپ جوڑوں کے درد میں مُبتلا ہیں تو گُڑ آپ کے لیے انتہائی مُفید چیز ہے آپ اسے جوڑوں کی درد کی صُورت میں ادرک کے ساتھ استعمال کریں یا گرم دُودھ میں پینا شروع کریں یہ آپ کی ہڈیوں کو مضبوط بنائے گا اور جوڑوں کی درد میں راحت کا باعث بنے گا۔

گُڑ بہترین انرجی بُوسٹر ہے

فوری توانائی حاصل کرنے کے لیے اور ورزش سے پہلے گُڑ کا شربت آپ کے جسم کو فوری توانائی دیتا ہے اور آپ کے ورک آوٹ کرنے کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے، گُڑ میں شامل کمپلیکس کاربوہائیڈریٹ آپ کی تھکاوٹ کو دُور کرتے ہیں اور آپ کو کام کرنے کے لیے دوبارہ توانائی فراہم کرتے ہیں۔

وزن کم کرنے میں مددگار ہے

گُڑ میں پوٹاشیم کی بھی کافی مقدار شامل ہوتی ہے اور پوٹاشیم ایک ایسا منرل ہے جو جہاں دل کی بیماریوں میں انتہائی مُفید ہے وہاں یہ آپ کا میٹابولیزم بڑھاتا ہے اور فاضل چربی کو پگھلنے میں مدد دیتا ہے۔

نوٹ: گُڑ انتہائی مُفید ہے مگر اس کا استعمال زیادہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کے اندر ہائی کیلوریز ہوتی ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ملکی اور بین الاقوامی میڈیا

۲۸ر اگست ۲۰۲۱ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی کے زیر اہتمام المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء کے ہال میں ملکی اور بین الاقوامی میڈیا- مثبت اور منفی کردار کے عنوان سے ایک محاضرہ کا انعقاد کیا گیا، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ نے اسلامک فقہ اکیڈمی کی دعوت پر بحیثیت محاضر اس پروگرام میں شرکت کی اور پرنٹ میڈیا، الکٹرونک میڈیا، سوشل میڈیا، گودی میڈیا کی تاریخ اور مختلف انداز میں اس کی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا، اور اس کے مثبت اور منفی کردار پر روشنی ڈالی، محاضرہ میں طلبہ اور اساتذہ معہد کے ساتھ سکریٹری المعہد العالی مولانا عبد الباسط ندوی شریک تھے جنہوں نے مفتی صاحب کا تفصیلی تعارف سامعین کے سامنے پیش کیا، اس پرگرام میں ڈاکٹر ریحان غنی صاحب نے بھی شرکت کی اور اپنے خیالات سے نوازا، مفتی صاحب کی دعا پر یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

لڑکیوں کو ارتداد سے بچایئے

آل انڈیا ملی کونسل بہار کے زیر اہتمام ایک اجلاس کا انعقاد گذشتہ ۲۲ر اگست کو کیمونیٹی ہال ہارون نگر پٹنہ میں کیا گیا، جس میں بڑی تعداد میں علماء ودانشوران نے شرکت کی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے مسلم لڑکیوں میں بڑھتے ارتداد کو روکنے کے لیے اس بات پر زور دیا کہ لڑکیوں کی شادی میں تاخیر نہ کی جائے، تعلیمی اداروں میں اختلاط سے انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور لڑکیوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے مناسب اقدام کئے جائیں، انہوں نے کہا کہ ہمیں لڑکیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کو یقینی بنانا چاہیے اور ان کی مضبوط نگرانی کرنی چاہیے، تاکہ آر اس اس کے منصوبوں کو ناکام کیا جاسکے، اور لڑکیوں کو غیر مسلموں سے شادی کرنے سے باز رکھا جاسکے۔

کیجریوال نے ملک کے پہلے اسموگ ٹاور کا افتتاح کیا

دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال نے دہلی کے کناٹ پلیس میں اسموگ ٹاور کا افتتاح کیا۔ یہ ملک کا پہلا اسموگ ٹاور ہے۔ ہوا کا معیار اس ٹاور سے تقریباً ایک کلومیٹر کے دائرے میں بہتر ہوگا۔ جس کے لیے یہاں 20 میٹر سے اونچی مشین لگائی گئی ہے۔ اروند کیجریوال نے بابا کھڑک سنگھ مارگ میں اسموگ ٹاور کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”آلودگی سے لڑنے کے لیے ہم نے دہلی میں بھارت کا پہلا اسموگ ٹاور نصب کیا ہے۔ یہ ایک کلومیٹر کی حدود میں صاف ہوا بنانے میں مدد کرے گا۔ تجرباتی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے اور آئی آئی ٹی دہلی اور آئی آئی ٹی بمبئی اس کے ڈیٹا کا تجزیہ کریں گے۔ اسموگ ٹاور ایک ہزار کیوبک میٹر فی سیکنڈ ہوا کو صاف کرے گا۔ دہلی حکومت کے ایک عہدیدار نے بتایا کہ اسموگ ٹاور کی تاثیر معلوم کرنے کے لیے دو سال تک ایک مطالعہ کیا جائے گا۔ اس کے آپریشن کی نگرانی کے لیے سائٹ پر ایک کنٹرول روم قائم کیا گیا ہے۔

بہار میں پنچایت انتخابات 24 ستمبر سے 12 دسمبر تک

بہار میں تین سطحی پنچایتی راج اداروں کے انتخابات اگلے مہینے کی 24 تاریخ سے 12 دسمبر تک 11 مرحلوں میں کرائے جائیں گے۔ یہ فیصلہ وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں ریاستی کابینہ کی میٹنگ میں کیا گیا۔ ریاستی انتخابی کمیشن، مکھیا، سرپنچ، ضلع پریشد ممبروں، پنچایت سمیتی ممبروں اور وارڈ ممبروں کے واحد عہدوں کے لئے چناؤ کرائے گی۔ یہ انتخابات اس سال 24 اور 29 ستمبر، آٹھ، بیس اور 24 اکتوبر، تین، پندرہ، چوبیس اور 29 نومبر اور 8 اور 12 دسمبر کو منعقد کئے جائیں گے۔ یہ انتخابات ضلع پریشد کے ایک ہزار 161 عہدوں، پنچایت سمیتی ممبروں کے گیارہ ہزار 497 عہدوں، مکھیا کے 8 ہزار 387 عہدوں، نیز گرام پنچایت ممبروں کے ایک لاکھ 14 ہزار 733 عہدوں کے لئے منعقد ہوں گے۔ (نیوز اے آئی آر ۱۸ر اگست ۲۰۲۱)

ہائی کورٹس میں یکساں تنخواہ، خدمات شرائط پر مرکز کو نوٹس

سپریم کورٹ نے پورے ملک کے ہائی کورٹس کے اہلکاروں کے لیے یکساں تنخواہ، خدمات اور شرائط کا مطالبہ کرتے ہوئے دائر عرضی پر مرکزی حکومت سے جواب طلب کیا۔ جسٹس اے ایم کھانولکر اور جسٹس سنجیو کھنہ کی بینچ نے آل انڈیا ہائی کورٹ امپلائیز فیڈریشن کی عرضی پر مرکزی حکومت کو نوٹس جاری کر کے جواب طلب کیا ہے۔ عرضی گذار نے پورے ملک کے ہائی کورٹس کے لیے یکساں تنخواہ، بھتہ (وغیرہ) اور خدمات شرائط متعین کرنے کی ہدایت دینے کا مطالبہ کیا ہے۔
عرضی گذار نے پورے ملک کے اہلکاروں کے مقدمات کو جسٹس پی وینکٹ ریڈی یا کسی دیگر سبکدوش جسٹس کی قیادت والے کمیشن کو سونپنے کی بھی درخواست کی ہے۔ (یو این آئی)

Volume:61/71,Issue:34 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

دوعالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
(علامہ اقبالؒ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

وہی قاتل وہی منصف

پریہ درشن (اردو ترجمہ: محمد عادل فریدی)

جولوگ پچھلے کچھ سالوں کے ہندوستان کو دھیان سے دیکھ رہے ہیں، انہیں اندازہ تھا کہ اندور میں چوڑی بیچنے والے کی پٹائی کے معاملہ کا کیا حشر ہونا ہے۔ اس چوڑی والے کے کئی جرائم تھے؛ اس کا نام تسلیم تھا، وہ ایسے وقت میں ایک ہندو محلے میں داخل ہوا تھا، جب کسی اور محلے میں چھیڑ چھاڑ اور مار پیٹ ہوئی تھی۔ پھر یہ وہ وقت بھی تھا جب طالبان کے ''مظالم'' کے قصے ہندوستانی میڈیا میں سب سے زیادہ بیچے جارہے تھے۔

اسے بھی معلوم تھا کہ پٹائی اور پیسے چھین لیے جانے کے باوجود وہ خوش قسمت ہے کہ اس کی جان بچ گئی۔ اس نے تھانے پہونچ کر شکایت کی، لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ ایف آئی آر درج کرائے، اس کے لیے انصاف کا مطلب بس وہاں سے حفاظت کے ساتھ زندہ بچ کر نکل جانا رہ گیا تھا۔ ممکن ہوتو اپنے کچھ چھینے گئے پیسے اور ساز وسامان مل جانے کی دھندلی سی امید بھر تھی۔ لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ ہندوستان میں قانون کا نیا کھیل اس کی راہ دیکھ رہا ہے، اس سے بس غلطی یہی ہوئی کہ وہ اپنے لوگوں کی باتوں میں آکر انصاف کی مانگ کر بیٹھا۔ پولیس نے تھانہ گھیرنے والوں کے خلاف مقدمہ تو کیا ہی، اگلے دن لوگوں نے اس غریب چوڑی والے کے خلاف بھی کیس کر دیا، راتوں رات ایک غریب چوڑی والا جو اس دیش میں کھنکتی ہوئی کلائیوں اور کھلکھلاتی ہوئی دوشیزاؤں کی یاد دلاتا تھا، بچیوں کے جنسی استحصال کا مجرم بنا دیا گیا۔ اس کے لیے جس چھوٹی بچی کے بیان کا استعمال کیا گیا، اس کے بارے میں سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس کچی عمر میں اسے نہ جانے کیا کیا سکھا دیا گیا ہے، اب تسلیم نام کے اس شخص پر پوکسو (POCSO) کے ایکٹ کے تحت مقدمہ چلے گا جس کے لیے ضمانت تک نہیں ہے۔

بہر حال انصاف کا یہ طریقہ آج کے ہندوستان میں نیا نہیں ہے، ۲۰۱۵ء میں دادری کے بساہڑا گاؤں میں ایک بھیڑ نے گھر میں گھس کر اخلاق کو گھسیٹ کر مارا، پھر اخلاق پر ہی یہ کیس ہوگیا کہ اس نے گھر میں گائے کا گوشت رکھا تھا، ۲۰۱۷ء میں گائے کے گوشت کی اسمگلنگ کے شک میں پیٹ پیٹ کر مار ڈالے گئے پہلو خان اور اس کے بیٹو پر پولیس نے گائے اسمگنگ کا کیس کر رکھا تھا، جسے بعد میں راجستھان ہائی کورٹ کے حکم پر خارج کیا گیا۔ اگر یہ کافی نہ ہوتو اور سنئے، جھارکھنڈ میں ماب لنچنگ کے ملزمین کا مودی سرکار میں وزیر رہے جینت سنہا نے ہار پہنا کر استقبال کیا۔ راجستھان میں بس مسلمان ہونے کے قصور میں ایک شخص کا تلوار سے قتل کرنے والے شنبھو ریگر کا مقدمہ لڑنے کے لیے لوگوں نے پیسے اکٹھا کرنے کی مہم تک چلائی تھی۔ ہندوستانی معاشرہ میں یہ ظلم و بربریت نئی نہیں ہے لیکن جس طرح سے آج اس ظلم و بربریت کا دفاع کیا جارہا ہے اور اس پر فخر کیا جارہا ہے یہ ہندوستان کے لیے صحت مند علامت نہیں ہے، ۱۹۹۹ء میں جب دارا سنگھ نام کے بجرنگ دل کے ایک نیتا نے اڈیشہ میں ایک پادری گراہم اسٹینس اور اس کے دوسوئے ہوئے معصوم بچوں کو جیپ میں زندہ جلا دیا تھا تب اس کے دفاع میں کوئی آگے نہیں آیا تھا، سب مانتے تھے کہ یہ ایک گھناؤنا جرم ہے، آج دارا سنگھ نے یہ حرکت کی ہوتی تو اس کی پیٹھ تھپتھپانے والے سیکڑوں لوگ نکل آتے، یہ بتاتے ہوئے کہ وہ ہندو سماج کا کتنا بڑا ہیرو اور خادم ہے۔

کیا یہ وہی ''نیوانڈیا'' ہے جس کا تذکرہ ان دنوں لگاتار ہورہا ہے؟ انصاف کے ساتھ کھلواڑ اپنے ملک میں نیا نہیں ہے، انصاف کے ڈراؤنے المیے سے ہم لوگ دو چار ہوتے رہتے ہیں۔ اس ملک میں غریب آدمی کے لیے انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ وہ اس کے لیے اس آکاش کسم جیسا ہے کہ وہ جتنا پاس جاتا ہے انصاف کا پھول اتنا ہی دور ہوتا جاتا ہے۔ بلکہ امیروں کے حصے کی سزائیں بھی غریب ہی کاٹتے رہے ہیں، ذات کے حساب سے جرائم طے ہوتے رہے ہیں، یہ ہندوستان کے اعلیٰ ذات پر مبنی سماجی نفسیات کا حصہ رہا ہے۔ نئی بات اس میں بس یہی جُڑی ہے کہ جس آئین نے اس نظام اور سوچ کو بدلنے کی کوشش کی، اسی کے نمائندے اب اس نفسیات کو اور مضبوط کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ پہلی بار سیاسی اقتدار پوری بے شرمی کے ساتھ اقلیتوں کی مخالفت میں کھڑا ہے۔ تسلیم کے بارے میں بغیر آفیشیل تصدیق کے مدھیہ پردیش کے وزیر داخلہ نروتم مشرا نے دعویٰ کر دیا کہ اس کے دو آدھار کارڈ ہیں، جبکہ انڈین اکسپریس میں شائع رپورٹ کے مطابق تسلیم نے بہت صاف طور پر بتایا کہ اس کے ووٹر کارڈ میں اس کا عرفی نام 'بھورا' درج ہے اور اس کا ایک ہی آدھار کارڈ ہے، جس پر اس کا نام تسلیم ہے۔

ظاہر ہے مدھیہ پردیش کے وزیر اپنی پارٹی کے آئی ٹی سیل کی طرح سلوک کر رہے ہیں، انہیں ایک غریب آدمی کی پہچان کے ساتھ کھلواڑ کرنے میں، اس پر جھوٹا الزام لگانے میں، اسے مجرم بتانے میں ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی، اسے چاہیں تو جے این یو کے اسٹوڈنٹ لیڈر رہ چکے عمر خالد کو ولن (Villain) بنانے کی بی جے پی اور میڈیا کی کوششوں کی ایک چھوٹی سی شکل مان سکتے ہیں۔ عمر خالد نے مہاراشٹر کے امراوتی میں ایک تقریر کی تھی، بی جے پی آئی ٹی سیل کے مکھیا نے اس کو کاٹ چھانٹ کر ٹوئٹ کیا، میڈیا نے وہیں سے اٹھا کر اسے چلایا، اور اسی بنیاد پر پولیس نے دہلی کے فسادات میں اس کو ملزم بنا ڈالا۔ اسی طرح ایک چوڑی والا پیٹا گیا، اس کو پیٹنے والے پکڑے گئے، اب ان پیٹنے والوں کے دفاع میں ریاست کا وزیر کھڑا ہو گیا ہے اور کھلے عام بے شرمی کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہے۔

بدقسمتی سے ہندوستان کے حال اور ماضی کی عمارت ایسی ہی جھوٹی داستانوں کی بنیاد پر کھڑی کی جارہی ہے، وہاٹس ایپ پر ہر سرکاری ناکامی کے مقابلہ میں ایک احتجاج دکھائی دیتا ہے، جس میں اناپ شناپ کہانیوں اور توڑ موڑ کر بیان کیے گئے حقائق کے ساتھ ایک جوشیلی تقریر آگے بڑھانے (Forward) کرنے کی اپیل کی جاتی ہے، ایسی تقریباً سبھی تقریروں کے نشانے پر اقلیتی طبقہ ہوتا ہے۔

یہ ملک آزادی کے پچھترویں سال میں آزادی کی تقریب آب حیات (امرت مہوتسو) منا رہا ہے۔ لیکن کیا یہ وہی ملک ہے، جس نے آزادی کی لڑائی لڑی تھی؟ اور کیا یہی کردار واقدار تھے جن کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی گئی تھی؟ جس ہندوستان کا خواب اس ملک نے دیکھا تھا کیا یہ وہی ہندوستان ہے؟ شاید نہیں، تب گاندھی جو رام دھُن گاتے تھے، اس میں ''رگھوپتی راگھو راجا رام'' اور ''ایشور اللہ تیرے نام'' بھی آتا تھا، اب یہ بتانے والے لوگ نکل آئے ہیں کہ اصلی بھجن میں یہ لائن ''ایشور اللہ تیرے نام'' تھی ہی نہیں، اسے گاندھی جی نے اپنی طرف سے جوڑ دیا تھا۔ وہ یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ گاندھی نے بھجن میں ایک لائن نہیں جوڑی تھی، نئے بنتے ہوئے ہندوستان میں ایک نئی بنیاد جوڑی تھی۔

جس وقت گاندھی اپنی دعائیہ مجلسوں ''پرارتھنا سبھاؤں'' میں یہ بھجن گایا کرتے ہوں گے، ٹھیک اسی وقت جرمنی میں ہٹلر یہودیوں کو دوسرے درجے کا شہری بنا رہا تھا، بھارت سے جرمنی کا مقابلہ درست نہیں، جرمنی میں ساٹھ لاکھ یہودی مار دیے گئے تھے، بھارت میں ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ لیکن کیا انیس سو بیس اور تیس کی دہائی میں جرمنی نے بھی اس کا تصور کیا ہوگا؟ انیس سو تیس کی دہائی سے ہی وہاں یہودیوں کو کنارہ کرنے کا کام شروع ہو گیا تھا، انیس سو چالیس کی دہائی میں جو بھیانک قتل عام سامنے آیا، اس کے بیچ اسی طرح یہودیوں کی کنارہ کشی سے پڑے تھے۔ یقیناً بھارت کے جرمنی ہونے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، بھارت کی مٹی جرمنی سے کافی الگ ہے، ویسے بھی تاریخ کے المیے ہمیشہ خود کو ہو بہو نہیں دوہراتے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر ہم اپنی بیس کروڑ کی آبادی کو انصاف اور برابری کا بھروسہ نہیں دلا پائے، ان کے ساتھ مناسب برتاؤ نہیں کر پائے تو ہم اپنے ہی ملک کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ ہم ایسا ملک بن کر رہ جائیں گے، جہاں جمہوریت سب کا خیال رکھنے کی حساسیت کا نام نہیں بلکہ اکثریتی طبقے کے ذریعہ انصاف اور مساوات کی دھجیاں اڑانے کا نام ہوگا۔ اور دھیرے دھیرے وہ تاناشاہی کے مزاج کو بڑھاوا دیتا جائے گا۔ تسلیم کو انصاف دینا اس کے لیے ضروری ہے، لیکن اس سے زیادہ ہندوستان کے لیے ضروری ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Scanned with CamScanner